جلد 3 شمارہ 9 نومبر 2001ء شعبان 1422ھ

(الرعد)

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ

آپؐ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔

اللہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید' اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا، عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالی کی رضا، اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

آدمیت سے فلاح

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

جلد 3 شمارہ 9 نومبر 2001ء شعبان 1422ھ

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

قیمت ـــــــ -/15 روپے
سالانہ فنڈ ـــــــ -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
وحید احمد
تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-293379

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519
E-mail: toheddia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ انسان کا مقصد حیات یہی ہے کہ وہ اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی زندگی گذارے۔ یوں تو بندہ مومن کا اعزاز یہی ہے کہ اس زندگی کا ہر لمحہ یاد الٰہی میں بسر کرے تاہم کچھ دنوں اور کچھ مہینوں کے فضائل اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے خود بیان فرمادیئے ہیں۔

انہی فضیلت والے مہینوں میں اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ شعبان ہے۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں۔ رمضان کے علاوہ رسول ﷺ اللہ سب سے زیادہ روزے ماہ شعبان میں رکھتے تھے۔ ماہ شعبان شروع ہو چکا ہے۔ حضور ﷺ کے معمولات شعبان کی روشنی میں ہم بھی اپنے معمولات بہتر بنا سکتے ہیں۔ عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے پوچھا کیا تو نے وسط شعبان کے روزے رکھے ہیں تو اس نے جواب دیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کے روزے پورے کر چکو تو دو روزے رکھ لینا۔

سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے علاوہ شعبان کے بیشتر ایام میں روزہ رکھتے تھے۔ بلکہ شاید پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ اسی روایت میں ہے کہ تم اتنا عمل کیا کرو جتنی تم میں طاقت ہے۔ تم اکتا سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا۔ اسی مبارک مہینے میں پندرہ شعبان کی رات ہے جس کو شب برات کہتے ہیں۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور رحمتوں کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔ اور گناہوں سے معافی اور مغفرت نازل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ یہ کون سی رات ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بخوبی واقف ہے۔ فرمایا نصف شعبان کی رات ہے۔ دنیا کے اعمال اور بندوں کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ بنی کعب کی بکریوں کی تعداد کے برابر اللہ دوزخ سے لوگوں کو آزاد کرتا ہے۔ کیا آج رات مجھے اجازت دو گی۔ حضرت عائشہ ؓ نے عرض کیا ہاں۔ حضور ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ قیام خفیف کیا سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی پھر آدھی رات تک سجدے میں پڑے رہے۔ پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی اس میں بھی پہلی رکعت کی طرح قرات کی پھر سجدے میں چلے گئے یہ سجدہ فجر تک رہا۔ میں دیکھتی رہی۔ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں اللہ

نے اپنے رسول ﷺ کی روح نہ قبض کرلی ہو۔ زیادہ دیر ہوگئی تو میں قریب گئی اور آپ ﷺ کے تلوؤں کو چھوا تو آپ ﷺ نے حرکت کی۔ میں نے خود سنا۔ حضور ﷺ کہہ رہے تھے۔ میں تیرے عذاب سے تیرے عفو کی، تیرے غضب سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ تیری ذات بزرگ ہے۔ میں تیری تعریف پوری نہیں کرسکتا۔ جیسی تو نے اپنی ثناء کی تو ویسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلے کبھی ایسی دعا کا ذکر نہیں سنا۔ فرمایا کیا تم کو علم ہوگیا میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو ان (الفاظ) کو سیکھ لو اور (دوسروں کو) سکھاؤ۔ جبرئیل نے مجھے سجدے میں اس طرح کا ذکر کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ نے آیت یفرق کل امر حکیم کی تفسیر میں فرمایا نصف شعبان کی رات میں آئندہ سال کے امور کا انتظام اللہ کر دیتا ہے اور (بعض) زندوں کو مردوں کی فہرست میں لکھ دیتا ہے اور بیت اللہ کے حاجیوں کو بھی لکھ دیتا ہے۔ (کہ آنے والے سال میں کون کون حج کریگا) پھر اس کی لکھی ہوئی تعداد میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

ماہ شعبان میں مسلمانوں کو چاہیے کہ کثرت سے روزے رکھیں اور روزے کے لوازمات پورے کریں اللہ سے لو لگائیں۔ خشوع و خضوع سے آہ و زاری کریں۔ قیام اللیل میں مسلمانوں کی حالیہ مشکلات کے حل کے لئے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل بے انتہا ہے۔ اس کا کرم لامحدود ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی پکار سنتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

وحید احمد

درس قرآن

(عبدالباسط)

سبح اسم ربک الاعلی O الذی خلق فسوی O والذی قدر فھدی (سورہ اعلی 1 تا 3)

بلاشبہ لائق تسبیح و توصیف اور قابل حمد و ثناء ہے وہ ہستی کہ جس نے پیدا کیا نک سک سے درست کیا؟ تقدیر بنائی اور راہ دکھائی۔ رب السموات والارض کی یہ وسیع و عریض کائنات جس کا کوئی بھی کونہ (Corner) آج کی دنیا معلوم نہیں کرپائی ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اس نے جس چیز کی بھی تخلیق کی اس کی شناخت کو مکمل کیا اس کو اس کے درجہ کمال تک پہنچایا کہ جو اس کے لئے موزوں و مناسب ہے۔ پھر اس کی تقدیر بنائی اور ہر چیز کو اس کی راہ پر لگایا۔ ہدایت الہام کی۔ یہ حقیقت کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی شے میں موجود ہے اور رب اعلیٰ کے احسن الخالقین اور وحدہ لاشریک ہونے پر گواہ ہے۔ فسبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون۔

جدید سائنسی تحقیقات (Latest Scientific Recearch) اس بہترین تخلیق اور صناؤ پر حیران و پریشان ہیں۔ مثال کے طور پر معدہ ایک بہترین کیمیائی عمل (Laboratory) ہے کہ جس میں ڈالی جانے والی تمام چیزیں سوائے معدے کے حل ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ساتھ نفع بخش اور نقصان دہ اجزاء الگ الگ ہو کر خود بخود اپنے اپنے مقامات پر پہنچ جاتے ہیں سننے کا آلہ کان اپنی کارکردگی کے لحاظ سے جدید ترین آلات سماعت سے کہیں آگے ہے معمولی سی بھنبھناہٹ سے لیکر بجلی کے زوردار کڑکے تک کی تمام آوازیں یہ اسی تاثر کے ساتھ دماغ تک منتقل کردیتا ہے۔ چکھنے کا آلہ زبان نو ہزار گھمنڈیاں رکھتا ہے کہ جو ذائقے کو چکھنے میں اور سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ ستائیس ہڈیوں اور انیس مسلز پر مشتمل انسانی ہاتھ کے بارے میں سائنسدان کہتے ہیں کہ ناممکن ہے ہاتھ جیسا سادہ مگر بہت سے کاموں پر قدرت رکھنے والا آلہ تیار کیا جاسکے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ ایک ایٹم مفرد ہونے کے باوجود بھی اپنے ذرات کے مابین کامل توازن رکھتا ہے بالکل اسی طرح کہ جیسے نظام شمسی میں سورج اور دیگر

اجرام فلکی کے درمیان توازن ہے ساتھ ہی ساتھ کائنات میں ہمارا نظام شمسی منفرد (Unique) نوعیت کا حامل ہے اس میں بھی ہماری زمین نادر محل وقوع کی حامل ہے جس کی وجہ سے زمین میں زندگی کی تمام سازگاریاں موجود ہیں یہ سب کس کا کمال ہے کس کی صناعی الذی خلق فسوی۔ بہترین تخلیق اور نک سک سے درستگی کے ساتھ ساتھ اس عظیم ترین منصوبہ ساز نے ہر چیز کا منصوبہ ٹھہرایا تقدیر بنائی اور پھر اس کی فطرت میں ودیعت کیا مثال کے طور پر ایک مچھلی کی قسم پانی کے نیچے کسی چیز کو لٹکا دیتی ہے پھر وہ بہت مہارت کے ساتھ اپنے جسم کے بالوں میں ہوا کا ایک بلبلہ چپکا لیتی ہے اسے پانی میں لے جا کر گھونسلے کے نیچے سے چھوڑ دیتی ہے بار بار کے اس عمل سے گھونسلہ پھول جاتا ہے تب وہ اس میں انڈے دیتی ہے جو کہ ہوا کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں ایک چھوٹی سی سا جن مچھلی برسوں سمندر میں سفر کرتی ہے مگر واپسی لوٹ کر اپنی ہی ندی میں آجاتی ہے اور طوفان کے باوجود کبھی راستہ نہیں بھٹکتی ایک شہد کی مکھی بھی باوجود تند و تیز ہواؤں کے کبھی راستہ نہیں بھولتی حالانکہ ہوا کے زور سے تمام نشانات مٹ جاتے ہیں مگر وہ اپنے گھر تک پہنچ جاتی ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

ان سب سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز معاملہ سانپ کی طرح کی بام مچھلی کا ہے۔ اپنی نشوونما مکمل ہوتے ہی وہ دریاؤں اور ندیوں سے ہوتی ہوئی دور دراز مقامات کی طرف ہجرت کر جاتی ہے۔ وہاں وہ انڈے دیتی ہے اور مر جاتی ہے۔ اس کے بچے نشوونما مکمل ہوتے ہی واپس آجاتے ہیں کہ جہاں ان کے ماں باپ رہتے تھے پانی کا کیڑیا (آکٹوپس) دو ٹکڑے ہونے پر اپنے آپ کو دو سالم کیڑیا میں تبدیل کر لیتا ہے۔ رینگنے والا کیچوا بھی درمیان سے دو ہو جانے پر زندہ رہتا ہے۔ وما یذکر الا اولوالباب

ہمارا دوران خون کا نظام ہماری مرضی اور حکم کے بغیر بھی رواں دواں ہے دل کی دھڑکن ہر حال میں جاری ہے۔ نیند کی حالت میں بھی ہمارا اعصابی نظام حرکت میں ہے حرام مغز کام کر رہا ہے ہمارا درجہ حرارت حسب ضرورت بڑھ جاتا ہے نیند کی کیفیت میں ہمارا درجہ حرارت ایک خاص حد تک بڑھ جاتا ہے اور ضرورت سے زیادہ ہوتے ہی گرمی کا احساس ہمیں نیند سے بیدار کر دیتا ہے۔ ہمارے اردگرد موجود آب و ہوا کا درجہ حرارت اگر بڑھ بھی جائے تو

اس کے باوجود بھی ہمارا درجہ حرارت عمل تبخیر(Evaporation) کی وجہ سے زیادہ نہیں ہوتا بلکہ آپ سے آپ ایک مناسب حد تک بڑھتا جاتا ہے۔

یہ سب کس کی رہنمائی ہے؟ کس کی توجہ ہے؟ یہ ہدایت کس کی الہام کردہ ہے؟ والذی قدر فھدی

خلق السموات والارض میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے سب ہے۔ (آل عمران 3۔190) کہ جو ان پر کھلے دل سے سوچ وچار کرتے ہر لقب سے بالاتر ہو کر سوچتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض اپنی چیزوں کو دیکھتے جانتے اور بوجھتے ہوئے ناشکری اور کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان فی ذلک لایہ ومکان اکثرھم مومنین (البقراء۲۶۔۸) حالانکہ ان تمام احسانات کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنے عمل سے تسبیح بیان کرتے ایمان لاتے صبر کی تاکید اور رحم کرنے والوں میں شامل ہوتے تاکہ رضائے الہی اس کو اپنی آغوش میں لیتی (العبد ۹۰۔۱۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عمل سے تسبیح کرنے شکر بجالانے ذکر کرنے کی توفیق دے اور ہمارا شمار ہدایت یافتہ دانشمندوں میں کرے۔ آمین

درس حدیث

(پروفیسر حافظ عبدالرزاق)

"حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا دیکھ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنا گویا ایک پردیسی ہو یا یوں جیسے راہ چلتے مسافر ہو" (بخاری)

صحابہ کرامؓ کی جماعت میں ایک خصوصیت من حیث الجماعت پائی جاتی ہے کہ ان کی نگاہ میں حضور اکرم ﷺ کی ذات محبوب کی حیثیت رکھتی تھی اور محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا سے محبت وہ اپنے محبوب کی ہر ادا پر قربان ہوتے تھے اسی کا اثر ہے کہ صحابہ کرامؓ نے وہ بات بیان کرتے وقت اختیار کیا ہوتا۔ اس حدیث پاک میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی بات کرتے وقت اس خاص حالت اور انداز کا بھی ذکر فرمایا۔ کسی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کے یا پکڑ کے کسی سے کچھ کہنا خصوصی حقائق کا اظہار کرتا ہے۔ مثلاً"

جو بات کہی جارہی ہے وہ نہایت اہم ہے۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ نہایت غور سے سنی جائے۔

اسے محض سن لینا کافی نہیں بلکہ اسے اپنانا اور پھیلانا بھی ضروری ہے۔

جس سے یوں بات کی جارہی ہے اس پر نہایت شفقت کا اظہار ہے۔

دین کی تبلیغ کے لئے مشفقانہ انداز اختیار کرنا ضروری ہے اب اصل بات کی طرف آیئے ادب کی دنیا میں تشبیہ یا مثال کا اپنا ایک خاص مقام اور خاص مقصد ہوتا ہے خواہ وہ نثر کی صورت میں ہو یا شعر ہو۔ مگر انبیاء کا انداز بیان شاعرانہ نہیں ہوتا کیونکہ شعر کی جان ہے تخیل اور مبالغہ اور انبیاء تو حقائق آشنا ہوتے ہیں اور حقیقت شناس بناتے ہیں اس لئے ان کے بیان میں اگر یہی ادبی صفت یعنی تشبیہ آجائے تو اس کا مقصد بھی حقیقت سے قریب کرنا ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس حیات ناپائیدار میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ و سلیقہ سکھاتے ہوئے پہلی بات یہ فرمائی کہ یہاں یوں رہو جیسے تم پردیس میں رہتے ہو اب ذرا پردیس کی زندگی کی حقیقت پر غور کیجئے آپ کو کتنے حقائق کا علم ہو جائے گا۔ مثلاً"

آدمی پردیس میں یوں رہتا ہے کہ اس کا جسم تو پردیس میں ہوتا ہے مگر اس کا قلب اس کا دماغ

اس کا خیال وطن میں بسا رہتا ہے۔
وہ پردیس میں اپنے قیام کے لئے صرف اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ بس آرام سے دن گزار سکے۔
وہ پردیس میں کم سے کم خرچ کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بچاتا ہے تاکہ اس بچت سے اپنے وطن میں اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے زیادہ سے زیادہ آرام اور عیش کا سامان حاصل کر سکے۔
وہ پردیس میں عیاشی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں عیاشی کر کے خالی ہاتھوں وطن لوٹنا اسے ہرگز گوارا نہیں ہوتا۔
وہ خوب محنت سے کام کرتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ کمائے اور زیادہ سے زیادہ بچت کر سکے بلکہ وہ اوور ٹائم لگانے میں بڑا حریص ہوتا ہے کیونکہ اسے دوچند معاوضہ ملتا ہے۔
پردیس کی ہر اس چیز پر اس کی نگاہ ہوتی ہے جو اسے وطن میں کام آسکے چنانچہ وہ ہر ایسی چیز حاصل کرنے میں بڑا حریص ہوتا ہے۔
وہ پردیس میں کسی سے انتہائی درجے کی محبت نہیں کرتا کہ جدا ہونا ہے بعد اس کے اس کی یاد ستاتی رہے یا اسے پریشانی ہو۔
وہ پردیس میں کسی سے دشمنی بھی مول نہیں لیتا بلکہ کسی سے کوئی تکلیف بھی پہنچے تو در گزر کر لیتا ہے کہ بھئی چند دن کی بات ہے آج نہیں تو کل چلا جانا ہے۔
یہ وہ باتیں ہیں جو عموماً" ہر شخص کو پیش آتی ہیں جسے کچھ عرصہ پردیس میں دن گزارنے کا موقع ملتا ہے ان کے علاوہ بھی اسی قسم کے کئی تجربات ہو سکتے ہیں جو مختلف لوگوں کو مختلف مقامات پر پیش آسکتے ہیں مگر ان سب میں ایک قدر مشترک یہ ہوگی کہ عارضی کے مقابلے میں پائیدار پر نگاہ اٹکی رہے گی۔
اب حضور ﷺ کے ارشاد پر غور کیجئے کہ ایک مومن کو دنیا میں رہنے کا جو سلیقہ سکھایا جا رہا ہے اس کے تقاضے کیا ہیں؟ یہی نا کہ تمہارا جسم اس دنیائے ناپیدار میں ہے مگر تمہارا دل اپنے اصلی وطن میں ہونا چاہئے تمہارے ذہن میں تمہارے خیال میں وطن کی یاد اچھی طرح بسی رہے یہاں رہنے بسنے کے لئے بس اتنا اہتمام کرو کہ زندگی آرام سے گزر سکے۔ کوٹھیوں پر کوٹھیاں اور بنگلوں پر

بنگلے بناتے رہنے میں اپنے آپ کو کھپا دینا کہاں کی عقلمندی ہے اپنے اصل وطن میں اتنی طویل زندگی بسر کرنا ہے جس کو ختم ہونا ہی نہیں تو وہاں کے لئے آرام کے لئے زیادہ سے زیادہ بچت کرو اور اپنی محنت سے فرائض منصبی پورے کرو یہاں تمہارے کاروبار میں دو فرائض تمہیں سونپے گئے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد تو ان کی ادائیگی میں پوری تن دہی سے مشغول رہو کام چور نہ ہو اوور ٹائم کے سلسلے میں ایک لطیف بات مگر لطیفہ نہیں یاد آگئی ایک مقام پر ماڈرن قسم کے ایک مسٹر نے کہا کہ یہ جو تہجد پڑھنے کا آپ اہتمام اور تاکید کرتے ہیں اس کا کیا فائدہ پانچ نمازیں ہی کیا کم ہیں کہ ایک اور بوجھ آپ رکھنا چاہتے ہیں میں نے کہا جناب اپنے اپنے حالات کا تقاضا ہوتا ہے۔ ایک بات تو یہ کہ ہم غریب ہیں دوسری یہ کہ یہاں رہنے کی جو مہلت ملی ہے اس کا کوئی پتہ نہیں آج ہی ختم ہو جائے اور ہمیں وطن واپس بلا لیا جائے' ویزہ ختم ہو جائے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اوور ٹائم لگا لیں بہرحال حضور اکرم ﷺ کے فرمان کا تقاضا یہ بھی تو ہے کہ یہاں دوستی اور دشمنی کرتے وقت بھی یہ بات ذہن میں رہے کہ کیا خبر ابھی واپسی ہو جائے تو اس لمبے بکھیڑے کا کیا فائدہ تو ان تمام امور کو حضور اکرم ﷺ نے ایک لفظ "پردیس" میں سمو کے رکھ دیا ہے دوسری بات یا دوسری مثال یہ فرمائی کہ یا یوں رہو جیسے کوئی راہ چلتا مسافر اس ترتیب میں بھی کمال حکمت معلوم ہوتی ہے یوں لگتا ہے جیسے یہ ترتیب اور تقاضہ ہے یعنی پہلی حالت سے یہ حالت اور یہ بھی بڑھی ہوئی ہے۔ پردیس میں رہنے میں ایک عرصہ تک کے قیام کا تصور تو ضرور ہوتا ہے وہ عرصہ خواہ چند برسوں میں پھیلا ہو یا چند مہینوں پر اس لئے اس عارضی قیام کے لئے بھی کچھ نہ کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے مگر اس کے مقابلے میں راہ چلتے مسافر کی نفسیات کچھ مختلف ہیں۔ مثلاً اس کی نگاہ اپنی منزل پر جمی ہوتی ہے چلنے کو تو وہ چل ہی رہا ہوتا ہے مگر اس کا دل وطن کے لئے بے قرار ہوتا ہے۔

اسے ٹھہرنا پڑے تو عارضی ہی سامکان نہیں بنانا پڑتا بلکہ کسی سرائے کسی ہوٹل میں رات بسر کر لیتا ہے اور اگر کہیں چلتے چلتے تھک جائے تو کسی درخت کے سائے میں ہی ذرا سستا لیتا ہے۔ دوران سفر تکلیف بھی برداشت کرتا ہے اور چہرے پر بل نہیں آتا آپ دیکھتے نہیں لوگ گھر جانے کے لئے گاڑیوں اور بسوں کے ڈنڈوں سے لٹک رہے ہوتے ہیں اور بلا کی سردی میں بھی بسوں کی چھتوں پر بیٹھے سفر کر رہے ہوتے ہیں اور منزل پر پہنچنے کا شوق ان کے ذہن میں ایسا غالب ہوتا ہے بس کی چھت کو بھی آپر کلاس میں سفر کرنا تصور کرتے ہیں اسی طرح راہ چلتا مسافر کسی سے بے جا دوستی اور

خواہ مخواہ کی دشمنی ہرگز مول نہیں لیتا۔

مختصر یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے ان دو مثالوں میں مومن کو دنیوی زندگی کے لئے پوری رہنمائی دے دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اللہ کا بندہ بن کر رہو پھر زندگی بسر کرو۔ محنت کرو، خوب کماؤ اور وطن میں پہنچ کر آرام سے زندگی بسر کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ بچت کرو اور یہاں پر اس چیز کے حصول کی کوشش کرو جو تمہیں وطن میں کام آسکے۔ کیا خوب کہا اکبر نے۔

ز قرآن بے خبر مشین
واز عقبیٰ مشو غافل
چہ خوش گفت اکبر خوش
گو حساب آنجا کتاب ایں جا

یعنی قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے غافل نہ رہے اور آخرت کی زندگی کو مت بھلا دینا ساری بات حساب کتاب کی ہے۔ تو اس چند روزہ زندگی میں اللہ کی کتاب کو نہ بھولو۔ آخرت میں حساب آسان ہو گا گویا یہ کہ اس دنیا کے لئے کتاب کافی ہے اور حساب اگلی دنیا میں ہو گا۔

خرد جنّی تقدم مقدم

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ

قرآن کریم خالق کائنات کی طرف سے اتاری گئی وہ آخری کتاب ہے، جو قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے لئے منبع نور اور سرچشمہ ہدایت ہے تاکہ وہ زندگی کی غرض و غایت جان کر اپنے عقائد و اعمال درست کرلیں اور فلاح پا جائیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی واحدانیت اور ربوبیت کی شان بیان کی ہے وہاں انسانوں پر کی جانے والی ان گنت نعمتوں کا بھی بار بار ذکر کیا ہے تاکہ اس کے لطف و کرم کا احساس کرتے ہوئے اس کی دعوت قبول کرلیں۔ اسی ضمن میں کائنات کی ابتداء، آسمان اور زمین کی پیدائش، شمس و قمراور لیل و نہار کی تسخیر آسمانی سے پانی کا نزول، نباتی، حیوانی اور انسانی زندگی کے آغاز، گذشتہ قوموں کے حالات و آثار، حیات ارضی اور کائنات کا انجام، حیات آخرت کا آغاز، میدان حشر میں اولاد آدم کے اعمال کا حساب اور جنت و دوزخ میں ان کے احوال کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس طرح قرآن مجید کی حیثیت کائناتی حقائق، موت و حیات کے اسرار، گذشتہ امتوں کے حالات اور علمی رموز کے ایک بے مثل خزانے اور اتھاہ سمندر کی بھی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا عظیم معجزاتی پہلو ہے کہ ہر دور کے انسان اس بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر علوم و اسرار کے نادر موتی نکالتے اور خالق کائنات کی عظمت و حکمت کے قائل ہو کر ایمان کی دولت سے اپنے قلوب کو منور کرتے رہیں گے۔ قرآن حکیم کی دائمی اخلاقی اصولوں اور ازلی و ابدی حقائق پر مشتمل تعلیم زمان و مکاں کی اثرات سے ماوراء ہے اس سے ہر دور کا انسان روشنی اور ہدایت حاصل کرتا رہے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آئندہ آنے والے ہر دور کی امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

☆لقد انزلنا الیکم کتبا فیه ذکرکم افلا تعقلون O (الانبیاء-10)

"ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے کیا تم نہیں سمجھتے"

تمہارے کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں اور تم ترقی کر کے علم و معاشرت کے کتنے ہی بلند مقام پر فائز کیوں نہ ہو تمہیں قرآن کریم سے علمی، فکری، ذہنی اور روحانی ترقی کرنے کے لئے بدستور ہدایت ملتی رہے گی۔ موجودہ دور میں اس کا ثبوت وہ یورپی اور امریکی سکالرز اور سائنسدان ہیں جو صرف اور صرف قرآن کریم اور اس کی عملی تفسیر یعنی اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے گہرے مطالعہ کی برکت سے ایمان کی دولت سے مشرف ہو رہے ہیں اور یہ سلسلہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ نور اسلام سے مستفیض ہونے والے یہ عالم و فاضل نو مسلم حضرات بذات خود دین حق کی تبلیغ کا وسیلہ بن گئے ہیں اور اپنے ہموطنوں کو ان کے ذہنی معیار اور سائنسی انداز فکر کے مطابق اللہ کے دین کی بڑی کامیابی کے ساتھ دعوت دے رہے ہیں۔

قرآن کریم اور حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کی صداقت کو تسلیم کر کے اسلام میں داخل ہونے والے ہر نو مسلم کی سرگذشت بڑی ہی ایمان افروز اور روح پرور ہوتی ہے۔ ان کی خود نوشت سوانحعمریاں۔ دعوت دین کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ اس سلسلے میں آسٹریا کے رہنے والے لیوپڈ اسد اور امریکن خاتون مریم جمیلہ کی سوانح عمری اور دوسری تصانیف بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اسی طرح عائشہ باوانی ٹرسٹ کراچی کی کتاب Islam our Choice اور حال ہی میں لکھی گئی پروفیسر عبدالغنی فاروق کی کتاب "ہم کیوں مسلمان ہوئے" پڑھنے کے قابل ہیں۔ اسی طرح فرانس کے رہنے والے ایک عیسائی سکالر (Maurice Bucaille) مارس بکائے کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے جس نے اپنی کتاب "Bible, The Quran and Scince The" تحریر کر کے جہاں موجودہ عیسائیت کی بنیادیں ہلا دیں وہاں اس نے سائنسی بنیادوں پر

قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت بھی مہیا کئے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ کتاب فرانسیسی زبان میں تھی جو بعد میں انگریزی ترجمے کے ذریعے سے دنیا بھر میں پھیل گئی اور اب اس کا اردو ترجمہ "بائبل، قرآن اور سائنس" کے نام سے پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔ مارس بکائے کو کسی طرح قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ پڑھنے کا اتفاق ہوا تو وہ حیران رہ گیا کہ متعصب پادریوں نے اسلام کی جو بھیانک تصویر ہمارے ذہنوں میں بٹھا رکھی ہے قرآن کریم کی تعلیم تو اس سے قطعی مختلف ہے۔ اس نے تلاش حق کی خاطر اپنی جستجو کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کر لیا تو سب سے پہلے قرآن کی زبان یعنی عربی میں ماہرانہ صلاحیت حاصل کی۔ پھر اس نے قرآن کریم اور اس کی قدیم و جدید عربی تفاسیر کا بغور مطالعہ کیا اس کے بعد یہ شہرہ آفاق کتاب لکھی۔ اس نے تسلیم شدہ سائنسی حقائق کی مدد سے یہ ثابت کر دیا کہ موجودہ بائبل میں بیان کئے گئے کئی واقعات غلط ہیں اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کسی غلطی کا امکان ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے مقابلے میں اس نے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم کے بارے میں لکھا ہے کہ سائنس کے ذریعے ہونے والے جدید ترین اکتشافات بھی اس کی کسی ایک آیت کو جھٹلا نہیں سکے۔ بلکہ قرآن کریم میں سائنسی علوم کے بارے میں ہمیں ایسے نادر حقائق اور دقیق نکات معلوم ہوئے ہیں جنہیں بیسوی صدی کے علما بھی حال ہی میں سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اور ان کی کئی مثالیں بھی اس نے تفصیل کے ساتھ لکھی ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ مصنف مذکور نے اسلام اور قرآن کی حقانیت کے یہ ثبوت ایک عیسائی ہوتے ہوئے تحریر کئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن کا معجزہ کیا ہو سکتا ہے کہ دین کی مخالفت کرنے والے مادہ پرست سائنسدان اور دوسرے مذاہب کے پیروکار اہل علم حضرات نہ صرف اس کی صداقت کے قائل ہو رہے ہیں بلکہ جس مبارک ہستی پر یہ کتاب نازل کی گئی اس کے اسوہ حسنہ کے گہرے مطالعے کے نتیجہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا عظیم پیغمبر، مصلح، قانون

دہندہ اور انسانیت کا محسن اعظم قرار دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

یوم قیامت

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ یہ وسیع و عریض کائنات ایک دن سمیٹ دی جائے گی اور ہم اسے نئے انداز سے دوبارہ پیدا کریں گے جیسا کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ (الانبیاء۔ 104) جب قیامت برپا ہو گی تو آسمان پھٹ جائے گا۔ ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے اور سمندر ابل پڑیں گے۔ (الانفطار 1 تا 3) پورا نظام درہم برہم ہو گا تو روشنی اتنی تیز ہو گی کہ آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے اور اس دن انسان کو بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ (القیمہ 7 تا 10) صور پھونکا جائے گا اور کائنات میں بسنے والے سب بے ہوش ہو جائیں گے (الزمر۔ 68) ایک عظیم زلزلہ اور کھڑکھڑاہٹ بپا ہو گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے (القارعۃ۔ 5)

پوری زمین اس شدت سے ہلائی جائے گی کہ اپنے اندر کے سارے بوجھ باہر نکال دے گی۔ (الزلزال۔ 1 تا 2)

یہ تو تھی قرآن کریم میں بیان کی گئی قیامت کے واقعات کی ایک مختصر سی جھلک جس سے جہاں یہ مقصود ہے کہ کرہ ارض پر بسنے والے انسان اس زندگی کی ناپائیداری کو سمجھ لیں اور حیات آخرت کو سنوارنے کے لئے ایمان و عمل کی راہ اپنائیں وہاں موجودہ اور آئندہ دور کے انسانوں کو تدبر و تفکر کا میدان بھی مہیا کیا گیا ہے تاکہ وہ قیامت کے واقعات پر غور و خوض بھی کر سکیں۔ اب تو سائنسدان حضرات بھی کائنات کی مکمل تباہی کے بارے میں اپنے اپنے علم کے مطابق نظریات پیش کر رہے ہیں۔ کائنات کی تخلیق کے بارے میں آجکل یہ نظریہ بہت مقبولیت حاصل کر چکا ہے کہ آج سے تقریباً بارہ سے اٹھارہ ارب سال پہلے ایک عظیم دھماکہ (Big Bang) ہوا جس کے نتیجے میں مادہ بنا اور کہکشائیں وجود میں آئیں۔ یہ پوری کائنات مسلسل پھیل رہی ہے اور کہکشائیں ایک دوسری سے دور ہٹتی چلی جا رہی ہیں۔ سائنسدانوں کا

خیال یہ ہے جب ابتدائی دھماکہ والی توانائی ختم ہو جائے گی تو پھر پھیلاؤ رک جائے گا اور کہکشاؤں کا واپسی سفر شروع ہو جائے گا اور ساری کائنات بڑی قوت اور تیز رفتار سے سمٹ کر دوبارہ ایک نکتہ میں جمع ہو جائے گی۔ اس کائناتی حادثے کو (BigCrunch) "عظیم دھڑام" کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی علوم فطرت کے ماہرین وسعت علم کی وجہ سے حیات ارضی کے خاتمے کے قائل ہو چکے ہیں اور مختلف امکانات کی بنیادوں پر اپنے اپنے نظریات پیش کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ کسی وقت بھی ایٹمی جنگ شروع ہو گئی تو پوری نسل انسانی نیست و نابود ہو جائے گی، پہاڑ اپنی جگہوں سے ہل جائیں گے، کئی دریا خشک اور کئی نئے وجود میں آ جائیں گے اور زمین کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ دفاعی ماہرین کے اندازوں کے مطابق مختلف ممالک کے پاس جو ایٹمی اسلحہ موجود ہے اس سے کرہ ارض کا درجہ حرارت بتدریج بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے جمی ہوئی برف زیادہ پگھل رہی ہے اور سمندروں کی سطح آہستہ آہستہ بلند ہو رہی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو ایسا وقت آ سکتا ہے کہ پہاڑوں اور قطبین پر صدیوں سے جمی ہوئی ساری برف پگھل جائے۔ اسطرح سمندروں کی سطح غیر معمولی طور پر بلند ہو جائے گی اور پورا کرہ ارض زیر آب آ جائے گا اور یوں زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ فلکیات کے ماہرین کا خدشہ ہے کہ خلا میں تیرتے ہوئے سیاروں میں سے کوئی بھی کسی وقت حادثاتی طور پر زمین سے ٹکرا سکتا ہے جس کے نتیجے میں لاکھوں ہائیڈرجن بموں کی طاقت کا دھماکہ ہو سکتا ہے جس سے زمین کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اسی طرح کے کسی چھوٹے پیمانے کے حادثہ کی وجہ سے اگر زمین اپنے موجودہ مدار سے ہٹ کر سورج سے دور ہو گئی تو ہر شے سردی کی شدت سے یخ بستہ ہو کر ختم ہو جائے گی اگر دور ہٹنے کی بجائے سورج کی طرف لڑھک گئی تو سورج کی شدید گرمی کی وجہ سے ہر چیز بھسم ہو جائے گی، سمندر بھاپ بن کر اڑ جائیں گے اور زندگی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ قدیم آتش فشاں پہاڑوں سے نکل کر جم جانے والے لاوے کی تہوں میں جمے ہوئے مقناطیسی ذرات کا مطالعہ کرنے والے ماہرین پر یہ حیرت انگیز انکشاف

ہوا ہے کہ زمین کا موجودہ مقناطیسی شمالی قطب ہزاروں برس پہلے جنوبی قطب تھا اور جنوب والا حصہ شمال میں تھا۔ اس سے یہ امکان ظاہر ہتا ہے کہ زمین ماضی میں کسی تباہ کن عظیم حادثے سے دو چار ہوئی جس سے اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا اوپر ہو گیا۔ ایسا حادثہ آئندہ بھی قیامت صغریٰ برپا کر سکتا ہے۔ الغرض وسعت علم نے انسان کو قادر مطلق کی عظمت و قوت اور اپنی بے بسی کا احساس دلا دیا ہے اور زمین و کائنات کی تباہی کے ممکنہ خدشات ابھر کر اب حقیقی دکھائی دے رہے ہیں۔ اس موضوع پر اس قدر کتابیں لکھی جا رہی ہیں کہ "مکمل تباہی" (Holocaust) کا عنوان مغربی لٹریچر کی ایک جانی پہچانی اور مقبول صنعت بن چکا ہے۔ یہ تو ہیں اہل عقل کے اندازے سے اور ہر ایک اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے نظریے کی بانسری بجا رہا ہے۔ حالانکہ یہ عظیم کائناتی حادثہ بالکل اچانک ہو گا اور اس کے وقوع کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکے گی۔ قرب قیامت کی جو نشانیاں قرآن و حدیث میں دی گئی ہیں وہ تو ضرور واقع ہونگی لیکن قیامت کی خاص گھڑی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس لئے وقوع قیامت کے بارے میں پیش گوئیوں کی بنیاد پر جو کبھی کبھی سنسنی پھیلائی جاتی ہے اس سے اہل ایمان کو لاتعلق رہنا چاہئے۔

فکریات

تصوف

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

تصوف نے پہلے مسلمانوں کے عقائد اور پھر اعمال پر اس قدر اثر ڈالا ہے کہ آج غالباً ایک فرد واحد بھی خواہ وہ تصوف کا قائل اور معتقد ہو یا نہ ہو۔ ایسا نہیں جو اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر نہ ہوا ہو لیکن لطف یہ ہے کہ نہ تو قرآن میں لفظ تصوف کا کہیں نام و نشان ہے نہ حدیث سے کہیں تصوف کی مروجہ تعلیم کا ذکر آیا ہے۔ پھر یہ کہاں سے نمودار ہوا اور کیونکر ہمارے عقائد و اعمال پر اس طرح چھا گیا کہ خود قرآنی تعلیم بھی غائب ہو گئی اور یہ ہے کیا؟۔

جس کسی نے تصوف کی تحقیق پر قلم اٹھایا اس نے اس کی وجہ تسمیہ کی چھان بین پر صفحے کے صفحے کالے کر دیئے۔ ہم اس کو بیکار سمجھتے ہیں۔ وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو ہم کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس علم کا موضوع کیا ہے۔ چنانچہ جو شخص تصوف کی مبادیات سے بھی واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اس علم کا موضوع بالکل وہی ہے جو فلسفہ کا ہے یعنی حقیقت کا معلوم کرنا یا پھر یہ جاننا کہ مادہ کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ انسان کیا ہے؟ عقل اور نفس کیا ہیں؟ مرنے کے بعد روح بھی مرجاتی ہے یا باقی رہتی ہے؟ جنت اور دوزخ وغیرہ ہیں بھی یا نہیں اور ہیں تو ان کی حقیقت کیا ہے؟ ان سب کا بنانے والا کوئی ہے یا نہیں ہے؟ ہے تو کیسا ہے؟ کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اب فلسفہ و تصوف میں فرق یہ ہے کہ فلسفہ میں ان باتوں کو جاننے کو معلوم کرنے کی کوشش بذریعہ عقل یعنی صحیح منطقی استدلال اور استنباط نتائج سے کی جاتی ہے۔ لیکن تصوف میں یہ کوشش چند ایسی مشقوں اور اعمال سے ہوتی ہے جن سے کچھ باطنی حواس اور روحانی

قوتیں جاگ اٹھتی ہیں اور مقاصد مطلوبہ کے حصول میں مدد دیتی ہیں۔ ان مشقوں اور اعمال کا ذکر کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن میں بھی اس علم کا ذکر ہے یا نہیں؟

اس میں شک نہیں کہ قرآن میں لفظ تصوف کہیں بھی موجود نہیں بلکہ سرکار دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً پونے دو سو برس تک اسلامی تاریخ یا کسی اور کتاب میں بھی یہ لفظ نہیں پایا جاتا۔ لیکن قرآن میں کئی جگہ ایک اور لفظ آیا ہے جس کا موضوع بالکل وہی ہے جو تصوف کا ہے۔ یہ لفظ "حکمت" ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

کما ارسلنافیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا و یزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمته ویعلمکم مالم تکونو تعلمون O

یعنی "ہم نے تم ہی میں سے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا اور پاکیزہ بناتا ہے اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے" ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۵۱) اس آیت کے علاوہ بالکل یہی بات "آل عمران" اور "سورہ جمعہ" میں بھی ارشاد ہوئی ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ پہلے تو قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے اور پھر سکھاتے تھے یعنی نمونہ دے کر بتاتے یا توضیح کر کے سمجھاتے تھے' مثلاً نماز کا حکم آیا تو پڑھ کر دکھائی اور دوسرے احکام آئے تو وضاحت کر کے بتائے اور حضور ﷺ کا یہ قول اور فعل حدیث کہلاتا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ حضور ﷺ ایک اور چیز بھی سکھاتے تھے اور وہ تھی حکمت' اب "حکمت" کا ترجمہ مترجمین نے کہیں کام کی بات کیا ہے' کہیں عقل کی اور سمجھ کی' لیکن الحمدللہ کہ آج اردو زبان ایضاح بیان میں اتنی بلندی تک پہنچ گئی ہے کہ اہل علم کو لفظ "حکمت" کا صحیح مفہوم سمجھنے میں کوئی غلطی نہ ہوگی۔ ان آیات کے علاوہ لفظ "حکمت" قرآن میں اور بھی کئی جگہ آیا ہے' سورہ بقرہ آیت ۲۶۹ میں ہے

۔

یوتی الحکمته من یشاء ومن یوت الحکمته فقد اوتی خیرا کثیر"ا وما یذکر الا

یعنی "اللہ تعالیٰ حکمت عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی اور یہ حکمت کی باتیں کوئی نہیں سمجھ سکتا لیکن وہ جو دانشمند ہیں"۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ (۱) حکمت اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نہیں بلکہ جس کو چاہتا ہے اس کو سکھاتا ہے، یعنی یہ کسبی نہیں بلکہ محض وہبی ہے مطلب یہ کہ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۲) حکمت کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ خیر کثیر ہے۔

(۳) حکمت ہر خاص و عام کے لئے نہیں بلکہ صرف ان خاص الخاص لوگوں کے لئے ہے جو انتہائی دانش مند ہوں۔

حکمت کا ترجمہ فلسفہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن جو لوگ فلسفہ یعنی استدلال عقلی سے "حقیقت" کی کوشش کرتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں ' ایک وہ جو آخر میں اللہ تعالیٰ یعنی ایک واجب الوجود کو مان لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ کے منکر ہو جاتے ہیں اور صرف مادہ ہی کو ازلی ابدی تسلیم کرتے ہیں ' اس سے ثابت ہوا کہ قرآن میں لفظ "حکمت" فلسفہ کے معنی میں ہرگز نہیں آیا کیونکہ اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ اپنے بندوں کو ایسی تعلیم ہرگز نہیں دے سکتا جس سے لوگ منکر بھی ہو سکیں ' لہٰذا حکمت کے معنی سوائے اس علم کے اور کچھ نہیں جس کو تصوف کہا جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعلیم خفیہ طور پر کیوں دی جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم خفیہ طور پر ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ صرف خاص خاص لوگوں کو دی جاتی ہے ' عوام کو نہیں۔ اس کی وجہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے ' یہ ہے کہ اس علم کی طلب اور اس کے حصول کی استعداد صرف خواص میں ہوتی ہے ' عوام میں نہ اس کی طلب ہوتی ہے نہ ان کی

عقل میں یہ باتیں آسکتی ہیں۔ یہ علم لطائف غیبی اور کوائف باطنی سے متعلق ہیں جو حواس ظاہری سے معلوم و متحقق نہیں ہو سکتے' اس لئے ان کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں صرف کر کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ کوائف و حقائق روحانی کا بیان تو بڑی بات ہے جو مادی اشیاء ہم دنیا میں دیکھتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں وہ بھی آپ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے مثلاً" سفید' سرخ' نیلا پیلا یا کسی اور قسم کا رنگ ہرگز الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا' صرف سامنے رکھ کر دکھایا جا سکتا ہے یا مثال دے کر بیان کیا جا سکتا ہے' اسی طرح کسی چیز کی خوشبو یا بدبو ہرگز الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی صرف سنگھا کر بتائی جا سکتی ہے۔ کیا کوئی بڑے سے بڑا انشاء پرداز گلاب کی خوشبو کو الفاظ میں اس طرح بیان کر سکتا ہے کہ جس نے کبھی گلاب نہ سونگھا ہو' اس کی ناک میں گلاب کی خوشبو آنے لگے۔

مختصر یہ کہ لطائف غیبی اور کوائف و حقائق روحانی کو الفاظ میں بیان کرنے سے عوام میں سخت غلطیوں کا پیدا ہونا یقینی ہے' اس لئے یہ تعلیم صرف خواص ہی کو دی گئی' عوام نے اس پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ تعلیم خفیہ ہے۔ ہمارے اس بیان کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب سے سچے اولیاء اللہ تعلیم یافتہ متصوفین یا نااہل صوفیوں نے ان باتوں کو بیان کرنا یا کتابوں میں لکھنا شروع کر دیا' اسی دن سے عوام کے عقائد خراب اور اعمال مسخ ہونے لگے اور ملت اسلامیہ کو بجائے فائدے کے سخت نقصان پہنچا' مثلاً" حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے جب مسئلہ وحدت الوجود یعنی ہمہ اوست کے مسئلہ کو ثابت کیا اور فصوص الحکم میں تحریر کر دیا تو اسی وقت سے عوام میں یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ ہر چیز خدا ہے اور جب بعد کی نسلوں کے دماغ میں یہ خیال مرتسم ہو گیا تو خدا کا خوف جاتا رہا' گناہوں پر جسارت پیدا ہوئی' توحید خالص کی قوت جو بنیاد تھی تمام ترقی کی منہدم ہو گئی' حدود شرعیہ تار عنکبوت کی طرح توڑ ڈالی گئیں اور نوبت بد اعمالیوں اور کفر و الحاد تک جا پہنچی۔ مزید برآں یہ کہ ان بد اعمالیوں کے عامل اور تلقین کفر و الحاد کے قائل چونکہ صوفی اور ولی سمجھے جاتے تھے' اس لئے عوام کا ان

عقائد باطلہ کو مان کر صحیح اسلام سے منہ پھیر لینا کون سی تعجب کی بات تھی

ایک طرف تو یہ لوگ تھے' دوسری طرف کچھ مسلمان ایسے بھی تھے جو ان باتوں سے متنفر ہو کر سرے سے روحانیت ہی کے منکر ہو گئے اور بجا طور پر ہو گئے۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کرتے اور علمائے ظاہر کی تعلیم اس قدر عام اور شدید نہ ہوتی تو آج روئے زمین پر جو یہ نام نہاد مسلمان نظر آتے ہیں' یہ بھی دکھائی نہ دیتے اور کفر والحاد' شرک' قبر پرستی' پیر پرستی بلکہ باقاعدہ بت پرستی کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہ گیا ہوتا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے' لیکن انہوں نے "منزل" کو "مقام" اور "کیفیت" کو "حقیقت" سمجھ لیا اور آگے جانے کی ہمت نہ کی' اس پر غضب یہ کیا کہ جس کیفیت کو حقیقت سمجھے تھے اسے قلم بند کر دیا۔ عوام یا وہ صوفی جو اس مقام تک بھی کبھی نہ پہنچ سکے جہاں وحدت الوجود کی کیفیت حقیقت بن کر سامنے آتی ہے' ابن عربیؒ کی تحریر کا حقیقی مطلب خاک سمجھتے' مگر انہوں نے اس خیال سے کہ ابن عربیؒ بہت بڑے عالم اور ولی اللہ ہیں' ان کی باتوں کے ظاہری مطلب کو صحیح مان لیا اور اپنے جاہل مریدوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا' نتیجہ وہ نکلا جو سامنے ہے۔

وحدت الوجود اصل میں ویدانیت کا فلسفہ ہے' اسلامی توحید سے اسے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ ہندوؤں کے رشی اور منی روحانی ترقی کے جس آخری نقطہ تک پہنچے وہ یہی مقام تھا جہاں وحدت الوجود کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ انہوں نے اسی کو حقیقت اور انتہا تصور کیا اور اسی پر اپنے فلسفے کی بنیاد رکھی' حالانکہ حقیقت کبریٰ یعنی ذات بحت کی وہ حقیقت جہاں کوئی صفت موجود نہیں' اس مقام سے کہیں آگے ہے جہاں وحدت الوجود کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور یہی "حکمت اسلامی" کی فضیلت ہے کہ مسلمان اولیاء وہاں پہنچتے ہیں جہاں دوسرے ادیان کا کوئی بزرگ بھی نہ پہنچ سکا' اور وہیں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ "توحید خالص" کیا ہے۔

وحدت الوجود کا مفصل بیان آگے کیا جائے گا۔

ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی ولی اللہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو اگر ایسی بات کے جو وحی یعنی قرآن کے خلاف ہو تو اس بات کو ماننے سے فوراً انکار کر دینا چاہئے' یہی نہیں بلکہ اگر اس ولی کی ولایت ہی سے انکار کر دیا جائے تو بھی دین میں ذرہ برابر خلل نہیں آتا کیونکہ اولیاء کی ولایت کو ماننا اصول دین میں نہیں ہے' لیکن یہ بھی کسی طرح جائز نہیں کہ ایسے اولیاء کی شان میں گستاخی کی جائے یا نازیبا اور ناشائستہ الفاظ ان کے لئے استعمال کئے جائیں۔ ایسے موقعہ پر یقین کر لینا چاہئے کہ جو کچھ اس بزرگ نے سمجھا یا دیکھا ہے قابل فہم الفاظ میں بیان نہیں کر سکا۔

اسی طرح ان نام نہاد صوفیوں کا ایک اور عقیدہ ہے جو عوام میں بھی بے حد سرایت کر گیا ہے' یعنی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت و حقیقت اور شے۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتے ہیں جہاں نہ تو عبادت ظاہری کی ضرورت رہتی ہے' نہ کسی گناہ کا عذاب ہوتا ہے اور نعوذ باللہ یہی تعلیم تھی جو رسول اللہ ﷺ خفیہ طور پر دیا کرتے تھے' یعنی حضور ﷺ کا ظاہر کچھ اور تھا اور باطن کچھ اور۔ استغفر اللہ' استغفر اللہ۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کی دیانت و صداقت پر اس سے بڑا بہتان اور کیا ہو سکتا ہے۔ خیال تو کیجئے جس قوم کا حصہ کثیر اپنے ہادی کی بابت یہ ذلیل عقیدہ رکھتا ہو وہ قوم تباہ و برباد اور رسوا نہ ہو تو اور کیا ہو۔ دراصل مسلمانوں میں جھوٹ اور ریاکاری عام ہونے کی سب سے بڑی نفسیاتی وجہ ہی یہ عقیدہ ہے۔ جب وہ یہ یقین رکھتے ہوں کہ نعوذ باللہ خود رسول اللہ ﷺ کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ' تو وہ خود ایسا کیوں نہ کریں گے۔ "یہ لوگ مانتے اور کرتے کچھ ہیں مگر بتاتے اور کہتے کچھ اور" اس بات سے ان کے کردار کی فولادیت ختم اور جذبہ صداقت فنا ہو کر کذب و ریاکاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم نے بے شمار جاہل صوفیوں یا بالفاظ صحیح تصوف کے جھوٹے دعویداروں کو ایسی باتیں کہتے ہوئے بگوش خود سنا ہے۔ ایسے فقیر تو ہر جگہ بے شمار ملیں گے جو نماز نہیں پڑھتے' بھنگ پیتے'

چرس کا دم لگاتے اور ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں خلاف شرع کرتے ہیں' لیکن ہم نے ایک ایسے پیر صاحب کو بھی دیکھا جو کسی مرید کو بیعت کرتے وقت اس سے یہ عہد لیتے تھے کہ "میں نماز کبھی نہیں پڑھوں گا"۔ لطف یہ ہے کہ باوجود اس کے لوگ ان کو بہت بڑا ولی اللہ مانتے تھے اور ایک دنیا میں ان کی کرامتوں کی دھوم تھی' اب فرمائیے اس کے بعد باقی ہی کیا رہ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت میں بنیادی چیز عقائد ہیں اور وہ سب کے سب غیب سے متعلق ہیں۔ ان غیبی حقائق کی معرفت حاصل کرنے کے جو طریقے سرکار دوعالم ﷺ نے تلقین فرمائے ہیں ان کا نام طریقت (یعنی راستہ) ہے اور ان پر عمل کرنے کے بعد جو علم حاصل ہوتا ہے اس کا نام حقیقت ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ شریعت' طریقت اور حقیقت ایک دوسرے کے خلاف یا متضاد کیسے ہو گئیں۔

یہ سچ ہے کہ عوام کے لئے صرف شریعت ہی ہے' انکو طریقت یا حقیقت کی پیچیدہ راہوں میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں' لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خاصان خدا میں شامل ہونے یا کامل ہو جانے کے بعد شریعت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ شریعت کا پابند "مسلمان" کہلاتا ہے اور جب تک کوئی شخص مسلمان نہ بن جائے مومن یا مومن کامل کیسے بن سکتا ہے۔ شریعت ملت کے خواص اور عوام کا قانون زندگی ہے' یہی ملت کا سواد اعظم ہیں۔ اگر یہ شریعت کے پابند یعنی پکے مسلمان نہ ہوں تو مٹھی بھر اولیاء اللہ کر ہی کیا سکتے ہیں' اس لئے سب سے پہلے اور سب سے آخر ہر حالت میں ہر شخص کے لئے شریعت کی پابندی لازم ہے۔

شریعت کیا ہے؟ ایک سیدھی سادی راہ' طہارت و پاکیزگی' پانچ وقت کی نماز' رمضان کے روزے' روپیہ ہو تو حج اور زکوٰۃ اور جب تحفظ و بقائے ملت کے لئے ضرورت پڑے تو جہاد' اس کے علاوہ قرآن کے بتائے ہوئے اوامر و نواہی پر عمل' اپنے عزیز و اقارب اور اہل

دنیا کے ساتھ تمام معاملات میں وہ سلوک جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے بتایا ہے۔
شریعت کی غایت کیا ہے؟ یہ کہ مسلم عوام دنیا میں عزت و شرافت اور امن و امان کی زندگی بسر کرنا سیکھیں، تمدن میں ترقی کریں اور اسلامی تعلیم و تہذیب دنیا بھر میں پھیلائیں اور مرنے کے بعد جنت میں جائیں۔ اب غور کیجئے کہ کیا یہ باتیں کچھ کم وقیع اور کچھ کم ضروری ہیں، مگر افسوس کہ ہم ان پر تو پورا عمل کرتے نہیں طریقت و معرفت حاصل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تو ملتا نہیں دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد تصوف کی جھوٹی سچی کچھ باتیں جو کان میں پڑ جاتی ہیں ان کو ذریعہ معاش بنالیا جاتا ہے اور عوام کا ایمان خراب کیا جاتا ہے۔

اب ہم حکمت قرآن کا بیان کرتے ہیں، لیکن آئندہ اس کتاب میں تصوف کی بجائے حکمت و عرفان اور صوفی کی بجائے سالک و عارف وغیرہ جیسی اصطلاحیں استعمال کی جائیں گی کیونکہ تصوف اس زمانہ میں جس قدر بدنام ہو چکا ہے اس کے پیش نظر یہ لفظ استعمال کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

(تدوین و ترتیب! خالد مسعود توحیدی)

1۔ وجود باری تعالیٰ

(بنام محمد مرتضیٰ 1964-11-7)

"توحید کی مثال نمبر ایک پانی اور ریت کی درست ہے۔ لیکن اس سے صرف یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ وہیں تک ہے جہاں تک مادہ ہے۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ اللہ وہاں بھی ہے جہاں مادے کا تخیل اور صورت و شکل کا نام و نشان بھی موجود نہیں"

2۔ مریدی لا تخف

(بنام محمد قاسم 1960-9-23)

"بہت اچھا میں تصدیق کرتا ہوں کہ "مریدی لا تخف ان اللہ معنا واللہ ربی" بس۔ مگر مجھے پوری بات لکھا کریں یہ نور صاحب نے آپ کو کس سلسلہ میں سنایا تھا اور کیا نتیجہ اس سے نکالا تھا"

3۔ اللہ اصلاح کردے

(بنام مخدوم ریاض حسین 1962-2-12)

"حادثہ واقعی قابل افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے دس گنا عطا فرمائے اور لینے والے کو مناسب سزا دے یا معاف کردے اسکی مرضی۔ مگر اس کی اصلاح کردے تو بڑی رحمت آپ صبر کریں"

4۔ بیٹی کی خیریت

(بنام محمد مرتضیٰ 1971-12-2)

(کبھی کبھی اسلام آباد میں میری بیٹی کی خیریت معلوم کرلیا کریں اور کوئی ضرورت ہو تو مدد کر دیں اللہ اجر دیگا

5۔ بیمار بھائی کی مدد

(بنام محمد صدیق ڈار 1962-1-12)

"کاپل انور سرگودھا سے درد گردہ میں مبتلا ہو کر پنڈی آیا ہے اور C.M.H میں ہے۔ وہاں اس کا آپریشن ہو گا۔ آپ کا اور دیگر حلقہ والوں کا فرض ہے کہ اس سے ملیں اور جو مدد ہو سکتی ہو کریں"

6۔ قبولیت کا وقت

(بنام محمد قاسم خاں 29/9/1965)

"بیگم کو کہیں کہ جب بھی کسی ایسے وقت تمہارا خط آ گیا جو قبولیت کا وقت ہو اسی دن تمہارا قرضہ اتر جائے گا"

7۔ ابھی ڈاکٹر سے نہ ملیں

(بنام محمد قاسم خاں 1965-9-29)

"میاں محمد علی صاحب کو سلام کے بعد کہہ دیں کہ ابھی ڈاکٹر سے نہ ملیں۔ میں ان کو دوبارہ لکھوں گا تب ملیں"

8۔ تعویذ گنڈوں والا پیر

(بنام محمد قاسم خاں 1964-6-27)

"علی صاحب کی وجہ سے مجھے تعویذ گنڈوں والا پیر بننا پڑا۔ اگر مرض ہے تو علاج سے یقیناً فائدہ ہو جائے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے جو اللہ کے بھروسہ پر کر رہا ہوں وہ ضرور پورا کرے گا۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

(غلام مرتضےٰ)

عالم باطنی میں آپ کی نسبت حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ سے ہے آپ ان کے اکابر خلفائے کرام میں سب سے بلند مرتبہ والے اکابرین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرار ہم کے سردار ہیں طریقت میں آپ کا کلام حجت ہے اور حقیقت میں برہان آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور مجتہد اور قطب زمانہ تھے آپ حضرت امام مالکؒ کی اولاد امجاد سے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ بادشاہ روم کی اولاد سے تھیں آپ کے والد ماجد امام عبدالجلیل اکابر اولیا میں سے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے والد کو بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا ہو گا اس کا نام عبدالخالق رکھنا اس کو میں اپنی فرزندی میں میں نے قبول کیا ایک سبق بتاتا ہوں اس کی پابندی کرنا تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ مومن میں قبول کرتا ہوں اور میں اپنی نسبت سے اس کو حصہ دوں گا ایک روز حضرت خواجہ اپنے استاد مولانا صدر الدین علیہ الرحمتہ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے ادعو ربکم تضرعا و خفیہ انہ لا یحب المعتدین اپنے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ آپ نے استاد سے پوچھا کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں۔ کیونکہ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا مقام ذکر میں اعضاء سے حرکت کرے تو ذاکر کے ذکر سے غیر شخص واقف ہو جاتا ہے اور ذکر خفیہ نہیں رہتا اور اگر دل سے ذکر کرے تو بحکم اس حدیث کے الشیطان یجری فی عروق ابن آدم مجری الدم شیطان انسان کی رگوں میں خون بہنے کی جگہ میں جاری ہوتا ہے (وہ ذکر سے واقف ہو جاتا ہے) استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے اگر خدا کو منظور ہے تو کوئی ولی اللہ آپ کو مل جائے گا۔ اس سے یہ طریقہ ذکر آپ کو معلوم ہو گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ مسلسل اولیا اللہ کی تلاش میں مصروف رہے ایک دفعہ جمعہ کے دن اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ آئے حضرت خواجہ ان کی تعظیم و تکریم بجالائے انہوں نے فرمایا کہ اے جوان میں تجھ میں بزرگی کے آثار پاتا ہوں کیا تم نے کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ نے عرض کیا کہ نہیں ایک مدت سے اسی تلاش میں ہوں۔ انہوں نے فرمایا میں خضر ہوں اور تم کو اپنی

فرزندی میں اترو اور پانی میں غوطہ لگاؤ اور دل سے کہو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پس حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور حضرت خضر علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ذکر میں مشغول ہو گئے تو بہت سے اسرار آپ کھلنے لگے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ بخارا تشریف لائے تو آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت فرمائی آپ ان کی صحبت میں پابندی سے حاضر ہوتے رہے اور بہت سے فوائد فیوضات و برکات حاصل کیے حضرت خواجہ کے پیر سبق حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور پیر خرقہ و خلافت حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ ہیں۔

خوف خدا

ایک روز آپ اپنے عبادت خانہ میں گریہ و زاری میں مشغول تھے دوستوں نے عرض کیا کہ باوجود ان خوبیوں کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمائی اتنا خوف اور گریہ زاری کیوں کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر غور کرتا ہوں تو جسم سے جان نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ میری یہ آہ زاری اسی وجہ سے ہے کہ شاید مجھ سے کوئی ایسا کام ہو گیا ہو جس کا مجھ کو علم نہ ہو اور وہ بارگاہ الٰہی میں ناپسند ہو۔ خوف خدا سے آپ کا یہ حال رہتا تھا کہ جہاں آپ تشریف فرما ہوتے ایسے بیٹھتے کہ گویا آپ کو قتل کرنے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

ارشادات

آپ نے فرمایا کہ میں بیس سال کا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ ہمدانی قدس سرہ کے سپرد فرمایا اور میری تربیت کے لئے وصیت فرمائی۔ ایک روز ایک درویش نے عرض کیا کہ حضرت تسلیم کیا شے ہے آپ نے فرمایا تسلیم یہ ہے کہ مومن نے اپنے نفس اور مال کو میثاق الست میں خداوند تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بہشت خرید لی پس آج بھی یہی تسلیم کرے کہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنتہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔ جان اور مال کی تسلیم اس طرح سے ہو کہ اپنی جان اور مال اللہ کی ملکیت جانے اور اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا امانت دار سمجھے جہاں تک ہو سکے جان و مال سے خدا تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ نیکی کرے اور کسی پر احسان نہ رکھے دنیا کے مال و متاع کو دل میں جگہ نہ دے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حکم میں سونپ دے۔

ایک روز ایک خادم نے عرض کیا کہ فراغت کیا ہے۔ فرمایا کہ دل کی فراغت یہ ہے کہ محبت دنیا دل

میں راہ نہ پائے نہ یہ کہ دنیا کی مشغولی سے آزاد رہے حضور ﷺ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا فاذا فرغت فانصب اپنے دل کو خالی کر پھر ہماری یاد میں مشغول ہو چونکہ اہل اللہ کی خرید و فروخت اور مخلوق سے بات چیت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رکاوٹ نہیں بنتی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی تعریف کی ہے اور مردانگی کو انہی کے لئے ثابت فرمایا ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ایسے مرد ہیں کہ نہیں غافل کر سکتی ان کو ذکر الٰہی سے تجارت اور خرید و فروخت۔ فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں میں سے ہو تو تمہارے لئے مبارک ہے۔ اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو تم جان و مال سے ایسے لوگوں کی خدمت کر اور ان کے لئے اطمینان دل اور فراغت کے اسباب مہیا کرو تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوں اور تمہارے لیے بھی ان کے کار نیک میں حصہ ہو کیونکہ اس لقمہ کی قوت سے جو طاعت و عبادت ان سے عمل میں آئے گی اس کا ثواب کھانا کھلانے والے کو بھی پہنچے گا اور ان کے درجات اور مقامات اور کمالات اس کھانا کھلانے والے کے بھی حصہ میں لکھے جائیں گے۔ اور وہ شخص جو ان کی محبت اور امداد میں رہا ہو مطابق فرمان نبوی ﷺ المرء مع من احب قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ وہ دنیا میں محبت رکھتا تھا۔ ان میں بعض لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معیت کی خاصیت رکھتے ہیں کہ اس وقت ان کو تفرقات خداوندی عطا کیے جاتے ہیں "جزبتہ من جذبات اللہ تواری عمل الثقلین" ایک ہی حربہ جذبات حق میں سے کل جن وانس کے عمل پر غالب آجاتا ہے پس ان کی اس حالت میں اس شخص کو کہ جس نے ان کی کچھ جانی و مالی خدمت کی ہے کچھ نصیب ہو جائے تو وہ ایسی نعمت عظمیٰ ہو گی کی مشرق و مغرب والے جمع ہو کر بھی اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ خدمت کرنے والا پل بھر میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن پاک میں اسی طرف ارشاد فرماتے ہیں۔ وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنا لے اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے اور بھلائی کر (اللہ کی مخلوق کے ساتھ) جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے۔ اہل اللہ کی خدمت میں صرف کرنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضامندی میں ہی صرف کرنا ہے۔

حضرت خواجہ کی وصیتیں

حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنے فرزند ارجمند کو چند باتوں کی وصیت فرمائی جو کہ تمام طالبان حق کے لئے معرفت کا خزانہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند تقویٰ کو اپنی خصلت بناؤ۔ وظائف اور عبادت پر

مضبوطی سے مداومت کرو اور اپنے حالات کا محاسبہ کرو۔ خدائے پاک سے ڈرتے رہو اور خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق ادا کرو اور ماں باپ کے بھی۔ ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے رضائے حق تعالیٰ سے مشرف ہو جاؤ گے۔ حق تعالیٰ کے احکام کو نگاہ رکھو کہ وہ تمہارا محافظ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو خواہ دیکھ کر یا زبانی۔ بلند آواز سے ہو یا آہستہ۔ علم کی طلب سے ذرا بھی دور مت رہو۔ علم فقہ و حدیث سیکھو اور جاہل صوفیوں کے نزدیک بھی نہ جاؤ اور عوام الناس سے دور رہو کیونکہ وہ راہ دین کے چور ہیں۔ مذہب اہل سنت و جماعت کے پابند رہو۔ ائمہ سلف کے مذہب پر قائم رہو۔ کیونکہ نئی نئی باتیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں وہ گمراہی سے خالی نہیں نوجوانوں' عورتوں' مالداروں اور اہل بدعت کی صحبت سے دور رہو کیونکہ یہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے۔ دو روٹی مل جائیں تو ان پر قناعت کرو۔ فقرا کی صحبت اختیار کرو اور ہمیشہ خلوت پسندی اختیار کرو روزی حلال کھاؤ کیونکہ حلال روزی خیر و بہتری کی کنجی ہے اور حرام سے پرہیز کرو ورنہ حق تعالیٰ سے دوری ہو جائے گی۔ دین پر قائم رہو تاکہ کل کے روز قیامت میں دوزخ کی آگ تم کو نہ جلائے حلال کمائی کا کپڑا پہنو تاکہ عبادت میں حلاوت پاؤ۔ رات اور دن میں بہت عبادت کیا کرو۔ نماز باجماعت ادا کرو اگرچہ تم موذن و امام نہیں۔ خانقاہوں میں اپنا نام مت لکھاؤ عدالتوں اور کچہریوں میں مت پھرو اور لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو۔ مخلوق سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ گمنامی اختیار کرو کہ تمہارا مذہب برباد نہ ہو سفر اختیار کرو کہ تمہارا نفس ذلیل ہو۔ کسی کے مذمت کرنے سے غمگین مت ہو اور کسی کی تعریف پر مغرور مت ہو۔ مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے معاملہ کرو چاہے نیک ہو یا بد۔ ہر حال میں باادب رہو۔ تمام مخلوقات پر رحم کھاؤ۔ قہقہہ مار کر مت ہنسو قہقہہ کی ہنسی دل کو بند کرتی اور دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ سردار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تھوڑا ہنسو گے اور بہت روؤ گے خدائے پاک کے عذابوں سے بے خوف مت رہو اور رحمت الٰہی سے ناامید نہ رہو اور خوف و رجا کی حالت میں زندگی گذارو کہ سالکوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ خوف میں رہتے ہیں اور کبھی امید میں۔ موت کو بہت یاد کرو۔ طالب ریاست مت بنو جو شخص طالب ریاست ہوا اس کو طریقت کا سالک نہیں کہا جا سکتا اکثر روزہ دار رہو کیونکہ روزہ نفس کو توڑتا ہے۔ فقر میں پاکیزہ اور پرہیزگار رہو سبک بار اور دیانتدار اور راہ خدا میں تقویٰ فقر اور علم سے ثابت قدم رہو۔ جان و مال سے فقرا کی خدمت کیا کرو اور ان کا دل راضی رکھو اور ان کی پیروی کرو اور ان کے راستہ کو یاد رکھو۔ اور ان میں سے کسی کا انکار مت کرو سوائے ان چیزوں کے جو خلاف شرع ہوں۔ اگر فقرا کا انکار کرو گے ہرگز نجات نہ پاؤ گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو اور اپنے لیے کوئی چیز

محفوظ مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان میں ہر روز تم کو روزی پہنچاتا ہوں تو اپنے آپ کو رنج مت دے۔ مقام توکل میں قدم رکھو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے پس یقین رکھو کہ رزق تقسیم کیا ہوا ہے۔ جواں مرد بنو جو کچھ حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اس کو مخلوق خدا پر خرچ کرو بخل اور حسد سے دور رہو۔ کیونکہ بخیل اور حاسد کل بروز قیامت دوزخ میں جائیں گے اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو کہ ظاہر کی آرائش باطن کی ویرانی ہے۔ حق تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ کرو اور تمام خلائق سے ناامید ہو جاؤ اور ان سے صحبت مت رکھو۔ حق بات کہو۔ کسی سے نہ ڈرو۔ اپنے نفس کی حفاظت کرو کہ اس کو اصلاح پر لا سکو۔ اپنے نفس کی عزت مت کرو اور ان چیزوں کی طلب سے جن کے بغیر کام چل سکے زبان بند کرو۔ مخلوق کو ہمیشہ نصیحت کیا کرو۔ کھانا اور پینا کم کرو۔ ہرگز بغیر شدید ضرورت کے کوئی چیز مت کھاؤ۔ بلا ضرورت باتیں نہ کرو۔ جب تک نیند غلبہ نہ کرے مت سو۔ اور پھر جلدی اٹھو۔ مجالس سماع میں مت بیٹھو کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ سماع کا انکار بھی مت کرو کیونکہ بہت سے بزرگوں نے اسے سنا ہے۔ نماز روزہ میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ چاہیے کہ تمہارا دل ہمیشہ غمگین رہے اور تمہارا بدن نماز میں مصروف رہے اور تمہارے عمل میں خلوص ہو تمہاری دعا مجاہدہ ہو اور تمہارا کپڑا پرانا اور تمہارے دوست درویش ہوں۔ تمہارا گھر مسجد ہو۔ تمہارا مال فقہ کی کتابیں ہوں تمہاری آرائش زہد ہو اور تمہارا مونس اللہ تعالیٰ۔ کسی شخص سے اس وقت تک بھائی بندی مت کرو جب تک یہ عادتیں اس میں نہ دیکھ لو اول یہ کہ وہ فقر کو تونگری پر ترجیح دے دوسرے یہ کہ علم کو دنیا کے سب کاموں سے اچھا سمجھے تیسرے یہ کہ راہ خدا کی ذلت کو عزت پر فوقیت دے چوتھے یہ کہ علم باطنی اور ظاہری سے آراستہ ہو۔ پانچویں یہ کہ مرنے کے لئے تیار ہو۔ اے فرزند کہیں دنیا تجھ کو دھوکہ نہ دے دے کیونکہ ایک نہ ایک دن' دن ہو یا رات' دنیا سے سفر کرنا پڑے گا۔ تجھ کو چاہیے کہ خلوت میں تنہا اور خوف خدا تعالیٰ سے شکستہ دل رہو تاکہ عبادت میں مستغرق رہ سکو۔ دنیا میں زندگی مسافرانہ گذارو اور دنیا سے ایسے جاؤ کہ تم نہ جانو کہ قیامت میں تم کس جماعت میں محشور ہو گے۔

اے فرزند ان نصیحتوں کو خوب یاد کر لو اور عمل کر لو جس طرح کہ میں نے اپنے پیر و مرشد سے یاد کی ہیں اور عمل کیا۔ اگر تم یاد کرو گے اور عمل کرو گے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہاری دنیا و آخرت میں نگہبانی فرمائے گا۔ جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر یہ کسی سالک راہ خدا میں پیدا ہو جائیں تو اس کی بزرگی مسلم ہو جائے گی اور جو شخص اس کی پیروی کرے اپنے مقصود و مطلوب کو پہنچ جائے گا یہ بزرگی کا مرتبہ ہر شخص

کو نصیب نہیں ہوتا۔ خواجہ اولیا کبیر قدس سرہ جو حضرت خواجہ کے فرزند ارجمند اور اکابر خلفاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مجھ کو یہ وصیتیں فرمارہے تھے تو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔

عالم دین پر عذاب

ایک درویش نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا کہ عالم کے لئے عذاب کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ عالم جب طلب دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے اور طلب آخرت سے باز رہ جاتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ اس کو دنیا میں عذاب فرماتا ہے یہ عذاب ایسا ہوتا ہے کہ عبادت کی حلاوت اس کے دل سے اٹھالی جاتی ہے کہ وہ کسی عبادت میں لذت نہیں پاتا اور عبادت کی ادائیگی میں وہ سست ہو جاتا ہے اور نیک کاموں سے باز رہتا ہے پس اس عذاب آخرت میں مبتلا ہو جاتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ویل للجاھل مرۃ وللعالم سبعین مرۃ فرمایا کہ جاہل کے لئے ایک بار افسوس ہے اور عالم کے لئے ستر بار۔

محبت مخلوق

حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر عبادت میں مشغول تھا ہمارے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی وہ اپنے شوہر سے لڑ رہی تھی کہ ستر سال کے قریب گذرے میں تیرے گھر میں ہوں تونے مجھے بھوکا بھی رکھا اور برہنہ بھی مگر میں نے صبر کیا اور گرمی و سردی میں جو کچھ محنت اور سختی مجھ پر گذری اس کو برداشت کیا جو کچھ تونے دیا اس سے زیادہ میں نے نہ مانگا اور تیرے ننگ و ناموس کی حفاظت کی اور کسی بیگانے کے سامنے تیری شکایت لے کر نہ گئی یہ سب اس لیے کہ تو میرا ہو کر رہے اور میں تجھ کو دیکھتی رہوں اور اگر تو دوسری طرف دیکھے گا اور میرے سامنے بیٹھے گا تو میں اپنے ہاتھ سے حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کے دامن کو پکڑوں گی اور جب تک وہ میرا انصاف نہ کریں گے ان کے دامن کو نہ چھوڑوں گی اس ضعیفہ کی اس بات نے مجھے بہت ہی ذوق بخشا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے عبدالخالقؒ یہ عورت محبت مخلوق میں اتنی مضبوط نکلی کہ اتنی مصیبتوں کو برداشت کر چکی ہے اس کا یہ واقعہ سالک طریقت کے لئے ایک سبق ہے۔ پھر میں نے غور کیا کہ اس پر کوئی دلیل قرآن مجید سے مل جائے تو یہ آیت مجھ کو ملی ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخش دیں گے اس کے سوا

جس کو چاہیں۔

شیطان کا دھوکہ

حضرت خواجہ قدس سراہ' کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت آ کر یہ کہہ رہی ہے کہ تو درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے پھر اس کے لئے ایک اونٹ لائے اور وہ اس پر سوار ہوا اس سے کہا گیا کہ ہم تم کو بہشت میں لے جا رہے ہیں وہ شخص بہشت کی طرف متوجہ ہوا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جو نہایت خوش منظر اور دلکشا تھی سرسبز درخت اور حسین صورتیں خدمت کے لئے کمربستہ پاکیزہ و لطیف کھانے دستر خوان پر چنے ہوئے اور پانی کی نہریں جاری دیکھیں صبح تک وہیں رہا۔ صبح کو جب خواب سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے آپ کو عبادت خانہ میں پایا۔ اسی طرح اس نے کئی بار یہ خواب دیکھا اس کے دماغ میں تکبر اور غرور پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہ کی خدمت کی حضوری کو اس نے ترک کر دیا حضرت خواجہ نے فراست سے معلوم کر لیا کہ وہ نادان شیطان کی قید میں پھنس گیا ہے۔ آپ خود اس کے عبادت خانہ میں تشریف لے گئے دیکھا کہ بزرگی کے خیالات اس کے دماغ میں بس گئے ہیں اور اس نے اپنے معاملہ کو برباد کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب تو کس مقام میں ہے اس نے سارے حالات بیان کیے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ پھر جب تمہیں یہ حالت پیش آئے تو تین بار لا حول و ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا اور ہرگز سستی نہ کرنا پس جو مقام تو نے دیکھا ہے اس کی حقیقت تجھ پر ظاہر ہو جائے گی اس شخص کو جب پھر وہ واقعہ پیش آیا تو خواب میں حضرت خواجہ کے تصرف سے اس کو یاد آ گیا تو اس نے پڑھا تو اسی وقت وہ تمام جماعت اور باغات اور سب کچھ غائب ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو ایک گندگی کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا پایا اور مردوں کی ہڈیاں اس کے سامنے پڑی ہوئی تھیں تب اس کو معلوم ہوا کہ یہ شیطان کا دھوکہ تھا اسی وقت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرہ' اپنے احباب کے ساتھ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اثناء راہ میں آپ کو تھکاوٹ محسوس ہوئی اور پیاس نے غلبہ کیا راستہ میں ایک گہرا کنواں ملا اس پر ڈول اور رسی موجود نہ تھی آپ کے ہمراہی پانی سے مایوس ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں تم اتنے میں پانی پی لو اور طہارت کر آؤ اصحاب نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو سمجھ گئے کہ اب انشاء اللہ پانی مل جائے گا وہ دوبارہ کنوئیں پر آئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے ارشاد مبارک کی برکت سے پانی کنوئیں کے منہ تک آ گیا ہے سب نے پانی پیا اور وضو کیا ایک ہمراہی نے پانی برتن میں بھر لیا اسی وقت پانی

نیچے چلا گیا اس واقعہ کو حضرت کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا اگر تم لوگ خدا تعالیٰ پر توکل رکھتے تو قیامت تک پانی نیچے نہ جاتا۔

کرامت

ایک مرتبہ عاشورہ کے دنوں میں لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کی خدمت میں حاضر تھی آپ علم و معرفت میں ارشادات فرما رہے تھے کہ ایک جوان زاہدوں کا لباس پہنے ہوئے خرقہ پہنے اور جائے نماز کاندھے پر ڈالے ہوئے حاضر ہوا اور ایک کونہ میں بیٹھ گیا آپ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور اس کو پہچان لیا اور اس کے کام کو پورا کر دیا کچھ دیر کے بعد وہ جوان اٹھا اور اس نے کہا یا خواجہ حدیث شریف میں آیا ہے اتقوا فراسہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے فرمایئے اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو زنار کاٹ ڈال اور مسلمان ہو جا اس نے کہا کہ ہرگز میرے پاس زنار نہیں۔ آپ نے خادم کو حکم فرمایا خادم نے اس کے پاس جا کر خرقہ اس سے اتار لیا نیچے زنار تھا۔ جوان نے زنار کاٹ ڈالا اور اسی وقت حضرت خواجہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

کرامت

حضرت خواجہ قدس سرہ کے علاقہ کے حکمران صدر سعید نے ایک شخص کو غجدوان بھیجا کہ اوقاف کو ضبط کرے اس سرکردہ نے صبح کی نماز حضرت خواجہ کی مسجد میں ادا کی اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا اس نے دیکھا کہ ایک درویش (حضرت خواجہ) محراب میں سر جھکائے بیٹھے ہیں اسی اثنا میں ایک مسافر آیا اور بلا سلام کیے آپ کے قریب بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلا گیا۔ اسی طرح پھر ایک مسافر آیا اور وہ بھی اسی طرح چلا گیا پھر تیسرا شخص آیا وہ بھی بلا سلام کیے بیٹھ گیا حضرت خواجہ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور پوچھا کہ اب وہ چھت کیسی ہے مسافر نے جواب دیا کہ تعمیر ہو رہی ہے اور وہ مسافر سلام کر کے واپس مسجد سے نکلا تو وہ سرکردہ بیان کرتا ہے کہ میں بھی اس مسافر کے پیچھے باہر آیا اور اس سے پوچھا کہ یہ درویش کون ہیں اور تم لوگ کون ہو تم میں سے ہر ایک آتا ہے اور بغیر سلام کیے بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد بلا سلام کیے اٹھ جاتا ہے اور تمنے بھی ایسا ہی کیا مگر تم سے ان کی ملاقات ہوئی ہے مجھے بتایئے کہ اس میں کیا راز ہے اس مسافر نے کہا کہ ان بزرگوں کا اسم گرامی حضرت خواجہ عبدالخالق ہے یہ ہمارے پیر ہیں۔ اور ہم شام میں رہتے ہیں جب ہم پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ کو

دل سے سلام کرتے ہیں اور دل ہی سے آپ سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتے ہیں اور قلبی طریقہ سے آپ ہمیں سلام کا جواب اور ہماری مشکل کا حل ارشاد فرمادیتے ہیں تو پھر ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ سرکردہ نے کہا کہ چھت کے متعلق جو حضرت نے پوچھا وہ کیا بات ہے مسافر نے کہا کہ دمشق کی مسجد کی چھت مخدوش ہو گئی تھی اس کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا۔ پھر وہ چلا گیا۔ سرکردہ نے یہ سارا واقعہ صدر سعید کی خدمت میں سنایا۔ صدر نے کہا ہم پر افسوس ہے کہ ایسے اولیاء اللہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم کو خبر نہیں ایک پروانہ لکھ کر اسی وقت سرکردہ کے حوالہ کیا کہ اوقاف غجدوان کی تمام رقم وصول کر کے حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کی جائے۔ محتسب نہایت فرحت اور خوشی سے پروانہ لے کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کو دیکھا اور پھر واپس اسی کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ صدر سے کہو کہ آپ کی حکومت تو ان حدود کے اندر اندر ہے اور مجھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مشرق سے لے کر مغرب تک حکومت عطا فرمائی ہے مجھے آپ کے محاصل کا وصول کرنا نامناسب ہے وہ سرکردہ صدر کے پاس واپس ہو گیا اور پورا واقعہ بیان کیا صدر حضرت خواجہ کے نہایت نیاز مندی کے ساتھ معتقد ہوئے اور خدام میں داخل ہوئے

وصال شریف

جب آپ کی عمر اخیر ہوئی احباب فرزند اور مرید آپ کے پاس جمع ہوئے آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا دوستو تم کو مبارک ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور رضامندی کی مجھ کو خوشخبری دی ہے یہ سن کر سب رونے لگے اور دعاؤں کی درخواستیں کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ دوستو تم سب کو مبارک ہو کہ حق تعالیٰ نے مجھے خوشخبری دی ہے کہ اس طریقہ کو جو لوگ اختیار کریں گے اور آخر دم تک اس پر قائم رہیں گے ان سب کو بخش دوں گا اور سب پر اپنی رحمت نازل کروں گا پس بہت کوشش کرو اور اس پر قائم رہو تاکہ اس طریقہ سے نہ گر جاؤ اور وعدہ الٰہی سے مشرف ہو جاؤ یہ ارشاد سن کر سب لوگ خوش ہوئے اور جذبہ پیدا ہوا تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی یاایها النفس المطمئنه ارجعی الی ربک راضیه مرضیه اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو احباب نے دیکھا کہ آپ وصال فرما چکے ہیں۔ یہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کا واقعہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اندیشوں اور وساوس سے نجات

(میجر ڈاکٹر محمد اشفاق راجہ)

مشاہیر نے اندیشوں اور وساوس سے بچنے کے جو طریقے بیان کئے ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

اندیشوں اور وساوس سے بچنے کے لئے آپ کو اپنے معاملات کو کلی طور پر اللہ کے سپرد کرنا ہو گا (اسے سلوک کی اصطلاح میں تفویض کہا جاتا ہے) اور اس کی دو وجہیں ہیں۔

نمبر1 ایک تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کرنے سے آپ کا دل بالکل مطمئن ہو جائے گا کیونکہ جو اہم معاملات ہیں ان کے اچھے یا برے نتائج سے آپ بے خبر ہیں (تفویض نہ ہونے کی صورت میں) آپ ایسے تمام معاملات میں حیران و سرگرداں رہیں گے۔ لیکن اگر اپنے تمام معاملات کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہو تو آپ ہر قسم کی تشویش و اندیشہ ہائے دور دراز سے بچے رہیں گے اور انشاء اللہ اس میں بہتری اور کامیابی ہی ملے گی اور اس سے آپ کے دل کو اطمینان و راحت عطا ہو گا جو بجائے خود بڑی عظیم نعمت ہے۔

ایک بزرگ اپنی مجالس میں اکثر فرماتے تھے "اپنی تمام تدابیر اپنے خالق کے سپرد کر دو تو راحت حاصل کر لو گے"

نمبر2! تفویض کرنے کے بعد نتائج کے اعتبار سے بعد میں بھی خیر ہی حاصل ہو گی۔ کیونکہ ہم لوگ اپنے معاملات کے انجام اور نتائج سے بے خبر ہیں کیونکہ بظاہر (ہم کسی اچھائی کو اختیار کرتے ہیں لیکن) وہ در حقیقت برائی ہوتی ہے جو بظاہر خیر معلوم ہوتی ہے اور بہت سی ایسی خرابیاں نفع مند دکھائی دیتی ہیں۔ لہٰذا اگر کسی بھی کام کو اپنے ارادہ اور بھروسہ پر شروع کریں گے تو جلد ہی ہلاکت اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور آپ کو اس کا احساس تک بھی نہ ہو گا۔

ایک عابد کی حکایت منقول ہے کہ اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ سے ابلیس کو دکھانے کی دعا کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جواب ملتا کہ اس خیال کو ترک کر کے اللہ سے عافیت اور اطمینان طلب کرو۔ مگر اسے اپنی بات پر اصرار رہا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ایک روز ابلیس لعین کی صورت دکھا دی عابد نے اسے دیکھ کر مارنے کا ارادہ کیا شیطان کہنے لگا کہ میں تجھے اسی وقت مار ڈالتا اگر تیری عمر سو

سال نہ ہوتی۔ حضرت عابد یہ سن کر غرور میں مبتلا ہو گئے اور سوچا کہ ابھی تو بہت عمر باقی ہے اطمینان سے گناہ کرتے ہیں اور آخری وقت میں توبہ کرلیں گے۔ بس اس خیال باطل کا آنا تھا کہ فسق و فجور اور معاصی میں پڑ کر عبادت سے غافل ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا (العیاذ باللہ)

اس واقعہ میں مخاطبین کے لئے انتباہ ہے کہ اپنے ارادہ پر اصرار نہ کریں اور نفسانی خواہش (خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو) کی تکمیل کے لئے مصر نہ ہو اس کے علاوہ اس میں طول امل (لمبی امیدوں) سے بچنے کا بھی انتباہ ہے۔ کسی شاعر نے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

وایاک والمطامع الا مانی

فکم امنیتہ جبت منیہ

بڑی بڑی تمناؤں اور حرص و ہوس سے بچتے رہو کیونکہ کتنی ہی امیدیں موت چھین لیتی ہے اللہ تعالیٰ کے سپرد تمام معاملات کرنے سے اور اسی سے اپنی بہتری اور بھلائی کی اشیاء مانگنے سے آپکو ہر صورت خیر اور کامیابی ہی نصیب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے ایک نیک و صالح نبی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے کلمات بیان کئے فرمایا کہ

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد فوقہ اللہ سیات مامکروا وحاق بال فرعون سو العذاب O

اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو تفویض کرتا ہوں بے شک وہی بندوں (کے مصالح) کو دیکھنے والا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان (دشمنوں کی) خطرناک چالوں سے انہیں محفوظ رکھا اور فرعون اور اس کی برادری کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔

تو دیکھئے اللہ تعالیٰ نے تفویض الامر پر بندوں کی حفاظت اور دشمنوں کے مقابلہ میں مفوض کی مدد، نصرت اور بندوں کو ان کے مقاصد میں کامیابی عطا کرنے کا کس وضاحت سے تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کو خوب غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کریں تو انسان کے کافی مسائل حل ہو جاتے ہیں

اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے اور اپنی تمام توقعات صرف اس کی ذات سے وابستہ کرن دینے کا نام توکل علی اللہ بھی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر تم مومن ہو تو اللہ پر ہی توکل رکھو" تو

کل کی تعریف کے بارے میں اہل طریقت سے مختلف اقوال منقول ہیں بعض کے نزدیک اللہ پر بھروسہ کرنا اور مخلوق سے تمام توقعات ہٹالینے کو توکل کہتے ہیں۔

بعض مشائخ کے نزدیک دل کو غیر اللہ کی حفاظت اور نگرانی میں دینے کو کل کہتے ہیں۔

امام ابو عمر علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ تمام غیر اللہ سے تعلق ختم کرنا توکل کہلاتا ہے اور مراد شیخ کی ترک تعلق سے یہ ہے کہ بندہ اپنی جسمانی تکالیف کو اللہ کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اپنی پریشانی و مشقت کو اللہ سے بیان کرنا توکل کہلاتا ہے اور غیر اللہ سے اپنی تکالیف بیان کرنا تعلق عن غیر کہلاتا ہے۔

میں مشائخ کرام کے اقوال میں خلاصہ یہ بیان کرتا ہوں کہ بندہ اس بات پر مکمل یقین رکھے اور دل میں اسے راسخ کرے کہ میری تمام پریشانیاں میری جسم وجان کی بقا و تحفظ میرے حاجات کی تکمیل کرنا صرف اور صرف خالق کائنات کی قدرت میں ہے کسی دوسرے میں یہ طاقت نہیں ہے اور نہ ان سارے امور کا تعلق (مادی) اسباب و وسائل دنیا سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو میری حاجت روائی کے لئے کسی مخلوق کو یا کسی دنیوی سبب کو ذریعہ بنا دے اور چاہے تو بغیر کسی ظاہری سبب اور بغیر کسی مخلوق کے میری زندگی کے سامان کر دے کہ اس کی قدرت ذرائع و اسباب کی احتیاج سے ماورا ہے جب آپ کو یہ اعتقاد و یقین حاصل ہو جائے بلکہ آپ کے قلب میں راسخ ہو جائے اور آپ کا دل اسباب دنیا اور مخلوق سے بیزار ہو جائے تو سمجھ لو کہ آپ کو اب توکل کی صفت حاصل ہو گئی اور متوکلین میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

خرابی کی جڑ برائی کی خواہش

(مولانا سید ابوالحسن ندویؒ)

تاریخ کا مطالعہ

دوستو اور بھائیو! آپ میں اکثر لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہوگا' انسان آج نئے نہیں ہیں' وہ ہزاروں برس سے آباد ہیں' ان کی سینکڑوں برس کی تاریخ محفوظ ہے' اس تاریخ کی سطح پانی کی سطح کی طرح برابر نہیں' اس میں سخت نشیب و فراز ہے' اس میں آدمی کہیں اونچا نظر آتا ہے' کہیں نیچا' کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کی تاریخ نہیں' اس کے مطالعہ سے انسانوں کا سر جھک جاتا ہے کہ ہم میں ایسے افراد بھی گزرے ہیں' یہ فیصلہ تو آنے والی نسلیں کریں گی کہ ہم اور آپ کیسے آدمی تھے لیکن یہ اندازہ ہم کر سکتے ہیں کہ انسانوں کا پچھلا ریکارڈ کیسا ہے۔ اس میں بعض ایسے دور نظر آتے ہیں کہ اگر بس چلے تو تاریخ سے ہم ان اوراق کو نکال دیں' ایسا ریکارڈ ہے کہ ہم بچوں کے ہاتھوں میں دینے کو تیار نہیں' مجھے اس کی کہانی سنانی نہیں' لیکن مجھے ایک حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ تاریخ میں جو ایسے ناگوار دور گزرے ہیں اس میں خرابی کی جڑ کیا ہے۔

جب تک سوسائٹی میں برائی کا رجحان اور بگاڑ کی صلاحیت نہ ہو کوئی اس کو بگاڑ نہیں سکتا۔

حضرات! عام طور پر لوگ کسی خاص طبقہ یا چند افراد اور بعض اوقات تنہا کسی فرد کو پوری سوسائٹی کی خرابی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان خراب عناصر نے یا اس بگڑے ہوئے فرد نے پوری زندگی کو غلط رخ پر ڈال دیا تھا' لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں' میں تاریخ کے مطالعہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ ایک مچھلی تالاب کو گندہ کر سکتی ہے' لیکن ایک فرد سوسائٹی کو بگاڑ نہیں سکتا' واقعہ یہ ہے کہ اچھی سوسائٹی میں برے آدمی کا گزر نہیں ہو سکتا' وہ گھٹ گھٹ کر مر جائے گا جس طرح مچھلی کو پانی سے نکال دیا جاتا ہے تو وہ گھٹ کر مر جاتی ہے' اسی طرح جو سوسائٹی برائی کی ہمت افزائی نہیں کرتی' وہ اسے خوش آمدید (WelCome) کرنے کے لئے تیار نہیں' اس میں برائی تڑپنے لگے گی' اس کا دم گھٹنے لگے گا اور وہ دم توڑ دے گی۔

ہر زمانے میں اچھے برے انسان ہوئے ہیں' لیکن سب برائیوں کا ان کو ذمہ دار ٹھہرانا اور تمام برائیوں کو ان کے سر تھوپ دینا ٹھیک نہیں' اگر کچھ برے لوگ حاوی ہو گئے تھے تو اس کا یہ مطلب

نہیں کہ پوری زندگی کا ہینڈل ان کے ہاتھ میں تھا' وہ جس طرف چاہتے تھے زندگی کو موڑ دیتے تھے' بلکہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوسائٹی میں خود خرابی آ گئی تھی' اس زمانہ کا ضمیر (CONSCIENCE) گندہ ہو گیا تھا' اس کے اندر اندھیر' ظلم اور خواہشات کو پورا کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی تھی' وہ خود غرض اور نفس پرست بن گیا تھا' جس دل کو گھن لگ جائے' جو من پاپی ہو جائے' آپ اسے جرائم سے کسی طرح روک نہیں سکتے' آپ اس کو بیڑیوں میں جکڑ کر بھی رکھیں گے تب بھی ان چیزوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔

خود غرض انسان

ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد رہے ہیں' جن کا عقیدہ تھا کہ بس ہم اور ہمارے اہل و عیال انسان ہیں اور باقی سب ہمارے خادم ہیں' کچھ ایسے انسان بھی ہیں' جو کروڑوں انسانوں کو بستا دیکھتے ہیں' لیکن وہ خود اپنے ہی محدود حلقہ کو انسان سمجھتے ہیں' یہ لوگ بس یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں بس انہیں کے کنبہ کے دس گیارہ یا بیس پچیس انسان بستے ہیں' ایسے انسان ہمیشہ رہے ہیں جو اپنے اپنے مسائل اور متعلقین کو دیکھنے کے لئے خوردبین رکھتے ہیں اور دوسروں کو دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں۔ بعض لوگ دو عینکیں رکھتے ہیں' ایک سے اپنے کو دیکھتے ہیں' دوسری سے تمام دنیا کو دیکھتے ہیں۔ انہیں نظر بھی نہیں آتا کہ انسان کہاں ہیں' میرا اندازہ ہے کہ ان کے پاس وہ عینک ہے کہ اس کے ذریعہ ان کو اپنے بچے آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں' ان کی اپنی رائی پربت اور دوسروں کا پہاڑ ذرہ نظر آتا ہے۔

اصلاح اور سدھار کی مختلف تجاویز اور تجربے

دنیا کے مختلف انسانوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق زندگی کے سدھار کے طریقے سوچے اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

کسی نے کہا کہ ساری خرابی کی جڑ یہ ہے کہ انسان کو پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملتا' یہی زندگی کا سب سے بڑا روگ ہے' انہوں نے اسی مسئلہ کو اپنا مشن بنا لیا' اس کے نتیجے میں پاپ اور بڑھا' پہلے لوگ کمزور تھے' پاپ بھی اسی لحاظ سے کمزور تھا' انہوں نے جب خون کے انجکشن دیئے اور قوت حیات (VITALITY) بڑھائی تو ان کے پاپ بھی طاقتور ہو گئے' دل بدلا نہیں' ضمیر بدلا نہیں' ذہن بدلا نہیں' طاقت بڑھ گئی' بے فکری پیدا ہو گئی' فرق اتنا ہوا کہ پہلے پھٹے کپڑوں میں پاپ ہوتے تھے' اب زرق برق لباسوں میں پاپ ہونے لگے' پہلے بے زور اور بے ہنر ہاتھوں سے گناہ ہوتے تھے'

اب طاقتور اور ہنر مند ہاتھوں سے وہی سب گناہ ہونے لگے۔

کسی نے کہا تعلیم کا انتظام کیا جائے' جہالت' ناخواندگی ہی فساد کی جڑ ہے اور تمام خرابیوں کی اصل وجہ ہے' علم بڑھا' لوگوں نے معلومات حاصل کیں اور نئی نئی زبانیں سیکھیں لیکن جن کا ضمیر فاسد اور ذہن ٹیڑھا تھا اور دل کے اندر پاپ بسا ہوا تھا' انہوں نے علم کو فساد اور تخریب کا ذریعہ لیا' کھلی بات ہے کہ اگر چور کو لوہاری کا فن آجائے تو وہ تجوری توڑنا سیکھے گا' اب اگر کسی میں خدا کا خوف اور انسانی ہمدردی کا رجحان نہیں ہے اور ظلم و ستم اس کے خمیر میں پڑا ہوا ہے' تو علم اس کے ہاتھ میں ظلم اور فتنہ و فساد کا آلہ دیدے گا اور اس کو گناہ اور چوری کے نئے نئے ڈھنگ سکھائے گا۔

بعض لوگوں نے تنظیم کو اصلاح کا ذریعہ سمجھا اور اپنی ساری قوتیں لوگوں کی تنظیم پر صرف کیں نتیجہ یہ ہوا کہ بگڑے ہوئے افراد کا ایک بگڑا ہوا مجموعہ تیار ہو گیا' جو کام اب تک غیر منظم طریقہ پر ہوتے تھے' اب منظم طریقہ پر ہونے لگے' اب سازش اور تنظیم کے ساتھ منظم چوریاں ہونے لگیں' لوگوں نے اخلاقی تربیت دل اور ضمیر کی اصلاح کی طرف تو توجہ کی نہیں' جیسے برے بھلے لوگ تھے' ان کو منظم کرنے ہی کو کام سمجھا' نتیجہ یہ ہوا کہ بداخلاقی کو طاقت حاصل ہو گئی' میں تو کہوں گا کہ ڈاکوؤں اور چوروں اور بداخلاقوں کی تنظیم نہ ہوتی تو اچھا تھا۔

کسی نے کہا کہ زبانوں کا اختلاف فتنہ و فساد کی جڑ ہے' زبان ایک اور مشترک ہونی چاہئے' اس ملک کی ترقی' قوم کی خوشحالی اور انسانیت کی خدمت ہے' لیکن اگر لوگ نہ بدلیں' خیالات نہ بدلیں' دلوں کی خواہشات اور اندر کے رجحانات نہ بدلیں تو زبان کے بدل جانے یا بولی کے ایک ہو جانے سے کیا خاص فائدہ ہو گا' فرض کیجئے کہ اگر ساری دنیا کے چور اور جرائم پیشہ ایک بولی بولنے لگیں اور ایک ہی زبان اختیار کر لیں تو اس سے دنیا کو کیا فائدہ ہو گا اور اس سے چوری اور جرائم کا کیا سد باب ہو گا' میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے بجائے اس کے کہ چوری اور جرائم کم ہوں' زیادہ ہونگے اور مجرم کی شناخت میں اور دقت ہو گی۔

کسی نے کہا کہ وقت کا سب سے بڑا کام اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ کلچر ایک ہو جائے مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہاں تہذیبیں نہیں ٹکراتیں' ہوس ٹکراتی ہے' "ہم چوما دیگرے نیست" کا مہلک جذبہ ٹکراتا ہے' ہمارے بہت سے رہنما بے سوچے سمجھے کہنے لگے ہیں کہ اگر تمام دنیا کا کلچر ایک ہو جائے تو انسانیت کی ناؤ پار لگ جائے گی' اگر پورے ملک کا کلچر ایک ہو جائے تو اس ملک کے رہنے والے شیر و شکر ہو جائیں گے' لیکن دوستو! کلچر کا ایک ہونا مفید نہیں' دل کا

ایک ہونا مفید ہے' کہنے والے نے غلط نہیں کہا کہ۔

یک دلی از یک زبانی بہتر است

اگر لوگ ایک دل نہ ہوئے تو ایک زبان یا ایک تہذیب ہونے سے کچھ فائدہ نہیں' جو لوگ پہلے سے ایک زبان ہیں اور جن کی تہذیب اور کلچر مشترک ہے' انہیں میں کونسی محبت اور اتحاد ہے' کیا وہ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے' کیا وہ ایک دوسرے کو دھوکہ نہیں دیتے' کیا ان میں سے ایک دوسرے سے عاجز اور پریشان نہیں ہیں' کیا ایک کلچر ایک زبان اور ایک تہذیب کے لوگ آپس میں نہیں لڑتے۔ بعضوں نے کہا کہ لباس ایک ہو' لیکن جب کسی زبردست کو گریبان پکڑنے کی عادت پڑ جائے اور جیب کترنے کی لت لگ جائے تو کیا وہ لباس کا احترام کرے گا؟ کیا وہ محض اس وجہ سے اپنے ارادے سے باز رہے گا کہ اسی کے جیسا لباس دوسرے کے جسم پر ہے' انسانیت کا احترام دل میں نہ ہو تو لباس کا احترام کیسے پیدا ہو گا' لباس کی قدر و قیمت تو انسان کی وجہ سے ہے۔

دل کی تبدیلی کے بغیر زندگی تبدیل نہیں ہو سکتی

دوستو! انسانیت کے مسائل اور مشکلات کا حل نہ لباس کی یکسانی نہ زبان اور تہذیب کا اشتراک' نہ ملک و وطن کی وحدت' نہ علم و دولت' نہ تہذیب و تنظیم' نہ وسائل و ذرائع کی کثرت' ان سب میں کوئی ایک بھی ایسی طاقت نہیں جو دنیا کو بدل دے' جب تک دل کی دنیا نہیں بدلتی' باہر کی دنیا نہیں بدل سکتی' پوری دنیا کی باگ ڈور دل کے ہاتھ ہے' زندگی کا سارا بگاڑ دل کے بگاڑ سے شروع ہوا ہے' لوگ کہتے ہیں مچھلی سر کی طرف سے سڑنا شروع ہوتی ہے' میں کہتا ہوں انسان دل کی طرف سے سڑتا ہے' یہاں سے بگاڑ شروع ہوتا ہے اور ساری زندگی میں پھیل جاتا ہے۔

پیغمبر انسانیت کا مزاج بدلتے ہیں۔

پیغمبر یہیں سے اپنا کام شروع کرتے ہیں' وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سب دل کا قصور ہے' انسان کا دل بگڑ گیا ہے' اس کے اندر چوری' ظلم' دغابازی کا جذبہ اور ہوس پیدا ہو گئی ہے' اس کے اندر خواہشوں کا عفریت ہے جو ہر وقت اس کو نچا رہا ہے اور وہ بچے کی طرح اس کے اشارے پر حرکت کر رہا ہے پیغمبر کہتے ہیں کہ ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ انسان پاپی ہو گیا ہے' اس کے اندر برائی کا جذبہ اور اس کا زبردست میلان پیدا ہو گیا ہے' اس لئے سب سے ضروری اور مقدم کام یہ ہے کہ اس کے دل کی اصلاح کی جائے اور اس کے من کو مانجھا جائے۔

وہ لوگوں کو فاقہ کرتے دیکھتے ہیں' اس منظر سے ان کا دل جس قدر دکھتا ہے' دنیا میں کسی کا نہیں

دکھتا' ان کو کھانا پینا دشوار ہو جاتا ہے' مگر وہ حقیقت پسند ہوتے ہیں' وہ یہ سعی کرتے کہ اسی کو مسئلہ بنا کر اس کے پیچھے پڑ جائیں' اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خرابی کا نتیجہ ہے' خرابی کی جڑ نہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر لوگوں کے پیٹ بھرنے کا سامان کر دیا جائے اور زائد غلہ لے کر بھوکوں کو دے دیا جائے تو یہ ایک وقتی اور سطحی انتظام ہو گا۔ وہ ایسی فضا اور ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ لوگوں سے دوسروں کی بھوک دیکھی نہ جا سکے اور خود اپنے گھر سے غلہ لا کر لوگوں کے پاس ڈال جائیں۔ اس کے برخلاف لوگ ایسے حالات پیدا کرتے جاتے ہیں کہ غلہ کھسکتا اور ایک جگہ جمع ہوتا چلا جائے' یاد رکھئے کہ اگر ذہنیت میں تبدیلی نہیں ہوئی اور غلہ کی تقسیم یا رسد کا انتظام کر دیا گیا تو اس کے بعد بھی لوگوں کو ایسا فن معلوم ہے کہ دوسروں کی جھولی کے دانے ان کی جھولی میں آ جائیں اور دولت ہر طرف سے سمٹ کر ان کے قدموں سے لگ جائے' آپ نے شاید الف لیلہ کا قصہ پڑھا ہو کہ سندباد جہازی اپنے ایک سفر میں ایک مقام پر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ جہاز کا کپتان بہت فکر مند اور غمگین ہے۔ سندباد نے سبب پوچھا تو جہاز کے ناخدا نے بتلایا کہ ہم غلطی سے ایک ایسے مقام پر آ گئے ہیں' جہاں سے قریب مقناطیس کا ایک پہاڑ ہے' ابھی تھوڑی دیر میں ہمارا جہاز اس کے قریب پہنچ جائے گا' مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے' جب وہ پہاڑ کشش کرے گا تو جہاز کی سب کیلیں اور تختوں کے قبضے نکل کر پہاڑ سے جا ملیں گے اور جہاز کا بند بند جدا ہو جائے گا' اس وقت ہمارا جہاز ڈوبنے سے نہ بچ سکے گا' چنانچہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا' مقناطیس نے لوہے کو کھینچنا شروع کیا اور جہاز میں جتنا بھی لوہے کا سامان تھا سب کھنچ کھنچ کر پہاڑ پر پہنچ گیا اور دیکھتے دیکھتے جہاز غرق ہو گیا' خوش قسمت سندباد ایک بہتے ہوئے تختے کے سہارے کسی جزیرے میں پہنچ گیا اور اس کی جان بچی۔

یہ قصہ غلط ہو یا صحیح اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں' مگر مجھے آپ کو یہ سنانا تھا کہ ہماری سوسائٹی میں بھی مقناطیس صفت سرمایہ دار اور تاجر موجود ہیں' انہیں آپ بھی MAGNATE کہتے ہیں' وہ ایسی سازش کرتے ہیں کہ دولت سمٹ کر ان کے گھر میں آ جاتی ہے' وہ ایسا معاشی جال پھیلاتے ہیں کہ لوگ چار و ناچار سب کچھ ان کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے وسائل زندگی اور ضروریات ان کے سپرد کر کے پھر غربت اور فاقہ کشی کی زندگی گزارنے لگتے ہیں' پیغمبر قلب کی ماہیت بدل دیتے ہیں' وہ انسان کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انسان کی فاقہ کشی کو نہ دیکھ سکے' وہ اس کے اندر ایثار کی روح اور قربانی کا جذبہ اور سچی انسانی ہمدردی پیدا کرتے ہیں' اس کو دوسروں کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے' وہ اپنی جان کھو کر دوسروں کی زندگی بچانا چاہتا ہے' وہ

اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر دوسروں کا پیٹ بھرنا چاہتا ہے' وہ خطروں میں اپنے کو ڈال کر دوسروں کو خطروں سے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔

ایثار کے دو واقعے

آپ میرے ان لفظوں پر تعجب نہ کریں' یہ سب تاریخ کے واقعات ہیں' ہماری آپ کی اسی دنیا میں ایسا ہو چکا ہے' تاریخ میں ایسے واقعات گزرے ہیں' جو ان فرضی قصوں اور افسانوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں' جو آج فلموں میں اور سکرین پر دکھلائے جاتے ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں آمد کے کچھ عرصہ بعد کا واقعہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے ایک زخمی بھائی کی تلاش میں پانی لیکر نکلے کہ شاید پانی کی ضرورت ہو تو میں ان کی خدمت کروں' زخمیوں میں ان کو اپنے بھائی نظر آگئے جو زخموں سے نڈھال اور پیاس سے بے قرار تھے' انہوں نے پیالہ بھر کر پیش کیا تو زخمی بھائی نے ایک دوسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ اگر یہ واقعہ یہیں ختم ہو جاتا تب بھی انسانیت کی بلندی کے لئے کافی تھا اور تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہوتا' لیکن یہ واقعہ یہیں ختم نہیں ہوتا' جب اس زخمی کے سامنے پیالہ پیش کیا گیا تو اس نے تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا' اس طرح ہر زخمی اپنے پاس والے زخمی کی طرف اشارہ کرتا رہا' یہاں تک کہ پیالہ چکر کاٹ کر پہلے زخمی کی طرف پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا' دوسرے کے پاس پہنچا تو وہ بھی رخصت ہو چکا تھا' اسی طرح سے یکے بعد دیگرے یہ سب زخمی دنیا سے چلے گئے لیکن تاریخ پر اپنا نقش چھوڑ گئے' آج جب کہ بھائی بھائی کا پیٹ کاٹ رہا ہے' اور ایک انسان دوسرے انسان کے منہ سے روٹی کا ٹکڑا چھین رہا ہے۔ یہ واقعہ روشنی کا ایک مینار ہے۔

ایک دفعہ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مہمان آئے' آپ کے یہاں کچھ کھانے کو نہیں تھا' آپ نے فرمایا کہ ان کو کون اپنے گھر لیجائیگا۔ ایک صحابی حضرت ابو طلحہ انصاری ؓ نے اپنے کو پیش کیا اور مہمانوں کو لے گئے' گھر میں کھانا کم تھا' گھر میں یہ مشورہ ہوا کہ بچوں کو سلا دیا جائے گا اور کھانا مہمانوں کے سامنے رکھ کر چراغ بجھا دیا جائے گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا' مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور ابو طلحہ بھوکے اٹھ گئے' مہمانوں کو اندھیرے میں پتہ چلنے نہیں پایا کہ ان کا میزبان کھانے میں شریک نہیں ہے اور وہ خالی ہاتھ منہ تک لیجاتے رہے ہیں۔

انسانیت کا درخت اندر سے سرسبز ہو گا۔

پس پیغمبر انسان کے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں' وہ نظام بدلنے کی اتنی کوشش نہیں کرتے' جتنا

مزاج بدلنے کی کوشش کرتے ہیں' نظام ہمیشہ مزاج کے تابع رہا ہے' اگر دل نہیں بدلتا' مزاج نہیں بدلتا تو کچھ نہیں بدلتا' لوگ کہتے ہیں کہ دنیا خراب ہے' زمانہ خراب ہے' میں کہتا ہوں یہ کچھ ہیں' بلکہ انسان خراب ہے' کیا زمین کی حالت میں فرق پڑ گیا' کیا ہوا کا اثر بدل گیا' کیا سورج نے گرمی اور روشنی دینی چھوڑ دی' کیا آسمان کی حالت تبدیل ہو گئی۔ کسی کی فطرت (Nature) میں فرق پڑا' زمین اسی طرح سونا اگل رہی ہے' اس کے سینہ سے اسی طرح اناج کا ذخیرہ ابل رہا ہے' پھلوں کے ڈھیر نکل رہے ہیں' لیکن تقسیم کرنے والے پاپی ہو گئے' یہ ظالم جب اپنی ضروریات کی فہرست بناتے ہیں تو اخبارات کے صفحات اس کے لئے تنگ اور دفتر کے دفتر ان کے لئے کم اور جب دوسروں کی ضروریات پر سوچتے ہیں تو ساری علم معاشیات (ECONOMIOS) کی قابلیت کا کمال اس کے مختصر کرنے میں صرف کر دیتے ہیں' جب تک یہ رجحان نہیں بدلتا' انسانیت کراہتی رہے گی' پیغمبر دلوں میں انجکشن لگاتے ہیں' لوگ باہر کی ٹیپ ٹاپ کرتے ہیں اور اسی پر سارا زور صرف کرتے ہیں' پیغمبر اندر کے گھن کی فکر کرتے ہیں' آج ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے' انسانیت کا درخت اندر سے ہوتا چلا جارہا ہے' کیڑا اس کے گودے کو کھائے چلا جا رہا ہے' لیکن زمانہ کے بقراط اوپر سے پانی چھڑکوا رہے ہیں' درخت کے اندر کی سرسبزی اور اس کے نشوونما کی جو قوت تھی' وہ ختم ہو چلی ہے' لیکن تیمیوں کو سرسبز کرنے کی ہوائیں (GASES) پہنچائی جا رہی ہیں' پانی چھڑکا جا رہا ہے کہ خشک پتے ہرے ہوں' پیغمبروں نے انسان کو انسان بنانے کی کوشش کی' انہوں نے اسے ایمانی انجکشن دیا اور کہا کہ اے بھولے ہوئے انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان اور سوتے جاگتے' چلتے پھرتے اسے نگران مان لا تاخذہ سنتہ ولا نوم نہ اس پر اونگھ کا غلبہ ہوتا ہے' نہ اسے نیند آتی ہے۔

انسانیت کے صحیح نمائندے

بس جب تک انسان کے قلب و جگر سے محبت کا سرچشمہ نہ ابلے' جب تک دل کے اندر ایثار کا جذبہ نہ پیدا ہو' انسانیت کی اصلاح ناممکن ہے' بس وہ ایسی انسانی تربیت کرتے ہیں کہ اس میں بھائی کے لئے ایثار اور تکلیف اٹھانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے' وہ محض قانون سے انسان کا علاج نہیں کرتے بلکہ وہ انسان کے اندر حقیقی انسانیت کا جوہر پیدا کرتے ہیں' وہ ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو صحیح انسانیت کا مظاہرہ (DEMONSTRATION) کر کے یہ ثابت کر دیتی ہے کہ ہم معدہ' پیٹ اور سر کے غلام نہیں' وہ زبان حال سے اعلان کرتی ہے کہ وہ شکم پرست' شوق پرست' دولت پرست'

بادشاہ پرست یا اہل و عیال پرست نہیں' جب تک ایسی قوم سامنے نہیں آتی' انسانیت کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اگر کسی ملک میں ایسی قوم پیدا ہوتی ہے کہ سب کو نفع پہنچائے اور خود کو بھول جائے تو وہ انسانیت کو سدھار سکتی ہے' تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے انسانیت کے خیر خواہ گزرے ہیں' لیکن نہ کسی اسٹیج پر آپ یہ پائیں گے کہ انہوں نے بالاخر اپنا انتظام کر لیا' ایسے بے شمار قوم کے سیوک گزرے ہیں جنہوں نے قومی سدھار کا کام بڑی مشکلات میں شروع کیا۔ جیلیں کاٹیں لیکن بالاخر جیل سے نکل کر حکومت کی کرسیوں پر جا بیٹھے' ان کا یہ حق تھا انہیں مبارک ہو۔

پیغمبروں کی زندگی

لیکن اللہ کے پیغمبر دنیا سے بے داغ چلے گئے' انہوں نے دنیا کے آرام کی خاطر اپنا عیش تج دیا' انہوں نے سو فی صدی دوسروں کے فائدے میں بے آرام زندگی گذاری اور ایک فی صدی بھی اپنا فائدہ نہیں اٹھایا۔ وہ اور ان کے صحابی جہاں سے گزرے دنیا کو نہال کر دیا' دنیا آج تک ان کے لگائے ہوئے باغ کا پھل کھا رہی ہے' جسے انہوں نے اپنے خون سے سینچا تھا' جو دوسروں کے گھر میں چراغاں کر گئے' لیکن ان کے گھر میں دنیا سے جاتے وقت اندھیرا تھا' محمد رسول اللہ ﷺ کی عطا کی ہوئی روشنی جھونپڑیوں اور شاہی محلوں میں یکساں جگمگائی' لیکن جاتے ہوئے انکے گھر کا چراغ مانگے ہوئے تیل سے جل رہا تھا' حالانکہ مدینہ کے سینکڑوں گھروں میں انہیں کا جلایا ہوا چراغ جل رہا تھا' آپ فرماتے تھے نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقه (ہم پیغمبر نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں' نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے' ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب کچھ غریبوں کا ہے) اس سے بڑھ کر آپ کا ارشاد تھا کہ جو کوئی مر گیا اور وہ کچھ چھوڑیں وہ اس کے ورثاء کو مبارک ہو۔ ہم اس سے ایک پیسہ نہیں لیں گے' لیکن جو قرض چھوڑ کر گیا وہ میرے ذمہ ہے اسے میں ادا کروں گا۔ کیا دنیا کے کسی بادشاہ یا قائد نے یہ نمونہ چھوڑا ہے؟ آپ کی زندگی انسانیت کا شاہکار ہے' آپ دنیا کے سامنے ایسا نمونہ پیش کر گئے جس میں سوائے ایثار و محبت اور دوسروں کے غم میں گھلنے کے کہیں اپنا رتی برابر فائدہ نظر نہیں آتا' آپ عرب کے واحد بادشاہ تھے' دلوں پر ان کی بادشاہی تھی' لیکن دنیا سے دامن بچائے ہوئے لے منت چلے گئے آپ ہی نہیں بلکہ جو جتنا آپ سے قریب تھا' اتنا ہی وہ خطرے سے قریب اور فائدہ سے دور تھا' اپنی گھر والیوں سے علی الاعلان کہہ دیا کہ اگر دنیا کی بہار اور عیش چاہتی ہو تو ہم تم کو کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے تمہارے گھروں کو رخصت کر دیں گے' تم

وہاں واپس جاؤ اور راحت و آرام کی زندگی گزارو اور ہم سے فارغ خطی لے لو' ہمارے ساتھ رہنا ہے تو درد' دکھ' تنگی ترشی برداشت کرنا ہے۔ یہی اس گھر کا تحفہ ہے اور اسی پر اللہ کے ہاں سے انعام ملے گا۔

دوستو! ہم چاہتے ہیں کہ پھر یہی زندگی عام ہو' انسانیت کی بے لوث خدمت اور بے غرض محبت کا رواج ہو' پھر دوسروں کے نفع کے لئے اپنے نقصان کو ترجیح دی جائے' پھر ایسی قوم پیدا ہو جو خطرہ کے موقع پر پیش پیش اور نفع کے موقع پر دور دور نظر آئے۔

خواہشات کی تسکین سکون کا راستہ نہیں۔

آج دنیا کی ساری ریاستیں و حکومتیں اس محور پر گھوم رہی ہیں کہ قوموں اور طبقوں کو ہر طرح سے مطمئن کیا جائے اور خواہشات کی تسکین کی جائے لیکن دانایان فرنگ یہ اصلاح و تسکین کا راستہ نہیں' یہاں ایک فرد کی خواہشات بھی پوری ہونا مشکل ہے' خواہشات کا یہ حال ہے کہ وہ لامتناہی ہیں اور دنیا کا یہ حال ہے کہ وہ محدود اور مختصر اور کروڑوں انسانوں میں مشترک ہے' واقعات کی دنیا میں آ کر دیکھئے کہ اس دنیا میں در حقیقت ایک آدمی کی منہ مانگی خواہشات کو بھی پورا کرنے کی گنجائش نہیں' یہاں کسی بوالہوس کی ہوس پوری نہیں ہو سکتی' یہاں نفس کی تسکین کا خواہش مند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

آج دنیا کے بڑے بڑے رہنما یہ کہہ رہیں کہ انسانی خواہشات سب جائز اور فطری ہیں سب کو پورا ہونا چاہئے اور اسی پر ساری دنیا میں عمل ہو رہا ہے۔

دوستو! یہی بنیادی غلطی ہے' خواہشات کی تسکین اور تکمیل سے انسانیت کی تشفی نہیں ہو سکتی' خواہشات کی تسکین سے خواہشات میں کمی اور قلب میں سکون پیدا نہیں ہو گا' یہ تو سمندر کا پانی ہے' جس قدر اس سے پیاس بجھایئے گا' پیاس بھڑکے گی' آج ساری دنیا میں حکومتیں' ادارے اور تہذیبیں اسی فلسفہ کے مطابق کام کر رہی ہیں کہ انسانوں کی صحیح و غلط خواہشات کی تسکین کا سامان کیا جائے' قومیں' طبقے' جمہور اور افراد جو کچھ مانگیں ان کو دیا جائے' اس سے سکون پیدا ہو گا' امن قائم ہو گا لیکن نتیجہ بالکل الٹا ہے' آج ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے' دل کی لگی کسی سے بجھتی نہیں' خواہشات کا ایک الاؤ جل رہا ہے اور اس میں ہر قوم ایندھن ڈالتی چلی جا رہی ہے اور اس کو

ہو اوپر رہی ہے، آج اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں اور قوموں اور ملکوں کی طرف لپک رہے ہیں "آج وقودھا الناس والحجارۃ" اس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، کا منظر نظر آ رہا ہے، لوگ اس آگ کی شکایت کرتے ہیں، مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ آگ کس نے جلائی، یہ الاؤ کس نے روشن کیا، اس پر تیل کس نے چھڑکا، اس میں ایندھن کون ڈال رہا ہے، خواہشات کی تکمیل اور تسکین کے راستہ کا یہی انجام اور منزل ہے۔

لطیفہ یہ ہے کہ یہی لوگ جو قوم کی ہر خواہش اور ہر فرمائش کو پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے لئے تفریح و تسکین کا سامان بہم پہنچانا ضروری جانتے ہیں، اپنی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کرتے اس کی بہت سی غلط اور مضر خواہشات کی روک تھام کرتے ہیں، بچہ اگر آگ سے کھیلنا چاہے تو نہیں کھیلنے دیتے، لیکن وہ ان قوموں کی ہر خواہش اور فرمائش کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں جو وہ کریں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنی رعایا سے اپنی اولاد کی طرح ہمدردی نہیں، یہی لوگ جو قوموں پر حکومت کرتے ہیں، ان کو خوش رکھنے کے لئے اور ان کے افراد سے رائے حاصل کرنے کے لئے ہر غلط اور صحیح خواہش کی تکمیل ضروری سمجھتے ہیں، آج کسی ملک میں کوئی ایسی جماعت نہیں اور کسی شخص میں یہ اخلاقی جرات نہیں کہ وہ تفریحات اور تعیشات پر تنقید کرے، لہو و لعب کے بڑھتے ہوئے ذوق، تماش بینی، موسیقی رقاصی اور مصوری کے حد سے بڑھے ہوئے شوق اور انہماک پر اعتراض کرے، آج کوئی ایسی حکومت نہیں جو ان چیزوں پر ضروری پابندیاں عائد کرے اور قوم اور اہل ملک کی ناراضگی مول لے۔

اللہ کے پیغمبر خواہشات میں اعتدال پیدا کرتے ہیں اور صحیح ذہنیت اور صلاحیت عطا کرتے ہیں۔

اللہ کے پیغمبروں کا راستہ اس سے بالکل مختلف ہے، انہوں نے جائز اور ناجائز خواہشات کی تکمیل اور تسکین کے بجائے خواہشات کو لگام دی، انہوں نے خواہشات کا رخ موڑا اور صرف جائز خواہشات کو اس کا مستحق سمجھا کہ ان کی تکمیل کی جائے، انہوں نے زندہ اور بیدار ضمیر پیدا کیا، اس سے زندگی میں اعتدال اور دلوں میں سکون پیدا ہوا، تمہاری درسگاہوں، تمہاری تجربہ گاہوں (Laboratories) تمہاری سائنس نے دنیا کو بہت کچھ دیا، انہوں نے حیرت انگیز ایجادوں کو جنم دیا، لیکن انسانوں کو پاک ضمیر نہیں دیا، تمہارے ان اداروں نے انسان کے ہاتھ کھول دیئے، بچوں کو ہتھیار تو دیئے، لیکن ان کی تربیت نہیں کی، آج وہ نادان بچے شوخیاں کر رہے ہیں اور آزادانہ ان

ہتھیاروں کا استعمال کررہے ہیں، لیکن

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

اللہ کے پیغمبروں نے خواہشات پر پہرے بٹھائے' خواہشات میں توازن اور اعتدال پیدا کیا' نفسانی خواہشات کے بجائے اللہ کو راضی کرنے کی زبردست خواہش پیدا کی' انسانی ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ پیدا کیا' انہوں نے چیزیں ایجاد کرکے نہیں دیں' مگر انہوں نے وہ ذہنیت پیدا کی جس سے خدا کی بنائی ہوئی اور انسان کی تیار کی ہوئی چیزوں کے استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو' انہوں نے ضمیر بخشا' آج دنیا کے پاس سب کچھ ہے' یقین نہیں ہے' آج دنیا کے کارخانے سب کچھ پیدا کرسکتے ہیں' لیکن یقین پیغمبروں کے کارخانے سے ملتا ہے' آج دنیا خدا سے ڈرنے والوں سے خالی ہے' یقین سے خالی ہے' انسانیت کی بے لوث خدمت کون کرے' خدا کا خوف اور اس کی رضا کا یقین' اس کے کنبے کی بے لوث خدمت کا جذبہ دیتا ہے' انسانیت کے ایسے خادم ہر نعرہ سے دور حکومت کے لالچ سے الگ' سیاسی چالوں اور سیاسی جوڑ توڑ سے بیزار' بے لوث خدمت کرتے ہیں' آج ایسے ہی خدمت گاروں کی ضرورت ہے' جن کے پاس کچھ نہ ہو' پھر بھی کچھ لینا نہ چاہیں' بلکہ دنیا ہی چاہیں۔

ہمارا پیغام اور ہماری صدا

ہم لوگوں میں اس جذبہ کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ان میں ان حقیقتوں کی پیاس پیدا کرنا چاہتے ہیں زندگی محض کھانے پینے کا نام نہیں' انسان کی زندگی محض مادی یا حیوانی زندگی کا نام نہیں' ہم ایک نیا ذوق لے کر آئے ہیں' آج کی مادی دنیا میں یہ بات نئی ہے' دراصل یہ بات نئی نہیں' دنیا کے سب پیغمبر جو ہر قوم میں آئے ہیں' یہی پیغام لائے اور سب سے زیادہ طاقت اور وضاحت کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ نے آخری طور پر یہ بات کہی' یہ حقیقت چوراہوں پر کہنے کے لائق ہے' لوگ پیٹ کے گرد چکر لگا رہے ہیں' اصل زندگی دم توڑ رہی ہے' انسانیت کی پونجی لٹ رہی ہے' ہم ایک صدا لگانے آئے ہیں' حق کی صدا' دنیا اس صدا سے نامانوس ہے' مگر ہم دنیا سے مایوس نہیں' انسانوں کے پاس اب بھی ضمیر ہے' یہ ضمیر مردہ نہیں ہوا' اس پر گرد و غبار آگیا ہے' اگر وہ گرد و غبار جھاڑ دیا جائے اور اس کو آلودگی سے صاف کردیا جائے تو اب بھی اس کی گنجائش ہے کہ وہ حق کو قبول کرلے اور اس میں ایمانی شعور پیدا ہو۔

استحکام پاکستان اور روحانی جمہوریت

(کے ایم اعظم)

انسان کی روحانی اساس کو ماننے کا واحد ذریعہ ایمان بالتوحید ہے جو کہ ہر قسم کے شرک کی کلی نفی کرتا ہے۔ جس معاشرے میں شرک ہو گا' وہاں طاغوت ہو گی اور جہاں طاغوت ہو گی' وہاں روحانی جمہوریت کا قیام ناممکن ہو گا۔ اس ارض خاکی پر الطاغوت یعنی برائی کی قوتیں' جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے' بالعموم چار صورتوں یعنی فرعونی' ہامانی' قارونی اور آذری قوتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔

اگر ہم مسلمان اپنے اوطان میں روحانی جمہوریت کے قیام کے خواہش مند ہیں تو ہمیں وہاں سے ہر قسم کی طاغوت کا خاتمہ کرنا ہو گا جو کہ موجودہ حالات میں ناممکنات میں سے نظر آتا ہے۔ روحانی جمہوریت کی بات کرنا تو نہایت آسان ہے مگر کیا ہم انسان دوستی' احترام آدمیت' صلح کل' رواداری اور عالمگیر اخوت انسانی کے اہداف اپنانے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہیں جب کہ بنیادی طور پر ہم ایک تحکمانہ' درجہ بند اور شخصیات پرست معاشرے کے افراد ہیں اور نہ صرف ہمارے اکابرین اور امراء ہی ظالم ہیں بلکہ ہمارے غریب بھی ظالم ہیں۔ ہمارے لئے مرکزی سوال یہ ہے کہ ہم قومیت اور مادیت کے مغلوب مسلمانوں کو انسانی اخوت کی ایک عالمگیر تحریک برپا کرنے کے لئے کیسے ابھاریں گے؟ اس معاش نفسانفسی اور حب مال و زر کے دور میں' جس میں زیادہ سے زیادہ پیداواری وسائل پر قبضہ اور زیادہ سے زیادہ تصرف ہی اقوام عالم کا مطمح نظر ہے' ہم ملت آدم کے تصور کی ترویج کیسے کریں گے؟ لفظ "اگر" سے تاریخ نہیں بدلتی۔

علامہ اقبال کا آفاقی تصور اسلام تقلید پسند مذہبی حلقوں کے سرمایہ دارانہ' روایتی تصور اسلام سے بالکل متضاد ہے۔ دراصل اب تک انسان کے نظریہ حیات کا دارومدار استحصال' مفاد پرستی اور ارتکاز دولت پر رہا ہے۔ جس میں عالمگیر اخوت انسانی کے لئے گنجائش بہت ہی محدود رہی ہے۔ روحانی جمہوریت کی طرف پہلا قدم ہمیں سوشلسٹ نظام معیشت (معاشی اخوت) کی شکل میں اٹھانا ہو گا۔ جیسا کہ بانی پاکستان کا خیال تھا تاکہ انسان میں طمع ولالچ اور حب مال کے گھٹیا جذبات کی جگہ اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی کے اعلیٰ وارفع احساسات کو اجاگر کیا جاسکے۔

تمام افراد معاشرتی اور ثقافتی ماحول میں زندہ رہتے ہیں۔ لوگ ان دونوں عوامل کو صورت پذیر بھی بناتے ہیں اور ان کے پابند بھی ہوتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ جب کسی معاشرے کے عام حالات اچھے ہوں گے تو اکثر و بیشتر لوگ اخلاقی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے اچھے کام کریں گے۔ لیکن اگر عام ماحول زوال پذیر ہو جاتا ہے تو لوگوں کی اکثریت غلط اور برے کام کرنا شروع کر دیتی ہے' کیونکہ اکثر لوگ نفسا نفسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اسلام' رضائے الٰہی اور مقصود ربانی کے حصول کے لئے اسلامی معاشرے کے قیام کو ناگزیر سمجھتا ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرے جب کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام شہریوں کے لئے اطاعت الٰہی کو سہل بنا دے۔ اگر ریاستی اقتدار اور اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آ جائے جو الطاغوت یعنی برائی کی حامل قوتیں ہیں اور ریاستی مشینری کرپشن میں ملوث ہو جائے تو ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت مشکل اور دشوار ہو جاتی ہے بلکہ ایسے حالات اور ماحول میں اسلامی عدل و احسان کی بات کرنا محض ایک کھوکھلی نعرہ بازی ہو گی۔ ہمارے دینی اکابرین نے دین اور سیاست کے نازک رشتہ کو پیش نظر نہیں رکھا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ سیاست دین پر غالب آتی گئی اور اس دنیا کو مومنوں اور کافروں کا میدان کارزار بنا دیا گیا۔ ہرچند کہ علامہ اقبال کی نظر میں سیاست دین کا ہی حصہ ہے مگر اسلام کی توجہ کا مرکز انسان ہے' نہ کہ ریاست

روحانی جمہوریت کا مقصد دنیا میں ظلم' خوف' حزن اور تصادم سے پاک معاشرہ کا قیام ہے' جس کے اہداف انسان کا زمین سے رشتہ توڑ کر اور اللہ سے رشتہ جوڑ کر' اس کے اندر دلسوزی' دردمندی' غمگساری اور انسان دوستی کے جذبات کو فروغ دینا اور توحید اور الخلق عیال اللہ کی اساس پر ایک انسان دوست معاشرہ کی تعمیر نو ہیں۔ درحقیقت وحدت نوع انسانی اللہ کی وحدت کے ساتھ مربوط ہے۔ انسان کو خلیفہ ارض بنانے کا نظام ہی روحانی جمہوریت ہے۔ روحانی جمہوریت کا دارومدار خوف خدا پر ہے' جب کہ سیکولر جمہوریت عوام کی حاکمیت پر یقین رکھتی ہے جو درحقیقت سرمایہ کی حاکمیت ہے۔ مغربی جمہوریت' جمہوریت کی قباء میں استعمار ہے۔ اس کے ذریعے مغرب تیسری دنیا کے پس ماندہ ممالک میں سیاسی جوڑ توڑ کرتا رہتا ہے۔

روحانی جمہوریت کا مطمح نظر بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب برپا کر کے' اس کو زمان' مکان' وطن' قوم' نسل' نسب' ملک وغیرہ کی آلودگیوں سے منزہ کرنا ہے۔ دراصل

انسان کی بقاء کا راز انسانیت کے احترام میں ہے۔ جب تک اس دنیا کے انسان اپنی توجہ احترام آدمیت کے درس پر مرکوز نہیں کریں گے' یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی بنی رہے گی۔ روحانی جمہوریت میں عہد جدید کے تین فتنوں' وطنی قومیت' دین و ریاست کی دوئی اور دہریانہ مادہ پرستی کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ دنیا کی مادی تعبیر میں انسان حدود اللہ کو پہچان نہیں پاتا جب کہ اس کی روحانی تعبیر میں وہ ان سے باہر نہیں نکل سکتا۔ روحانی جمہوریت کا دوسرا نام خدا سرشاری اور انسان دوستی ہے جو کہ اسلام کا لب لباب ہے۔ بے شک ایک مثبت اور دیرپا نیا عالمی نظام روحانی جمہوریت کی بناء پر ہی تشکیل پا سکتا ہے' جس میں مسلمانوں کے ساتھ دوسری اقوام شریک ہو کر دنیا میں ایک ملت آدم کے قیام میں مدد و معاون بن جائیں۔ اس کے برعکس مغرب نے آفاقیت کو بھی ہم عالمیت (گلوبلائزیشن) کے پیرہن میں ایک استعماری شکل دے دی ہے' جس کا مقصد تیسری دنیا کی منڈیوں پر اپنا تسلط جمانا ہے۔

انسان دوستی کا مسلک علامہ اقبال کے تصور دین کا مرکزی نقطہ ہے اور سب سے زیادہ نمایاں پہلو ہے جو عمر بھر ان کے ذہن پر چھایا رہا۔ بہر حال علامہ اقبال جب اسلام کی آفاقی وسعتوں میں پرواز کرتے ہیں تو اسلام کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے بلکہ دینی حدود کی پاسداری اور پاسبانی میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ علامہ اقبال کو اس بات کا بھی پورا احساس تھا کہ جس قوم کو عالمگیر امن و اخوت کے لئے دنیا کی امامت کا فریضہ انجام دینا ہو' اسے رواداری' وسیع القلبی اور وسعت فکری کی اقدار کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی مذہبی سرحدوں کی حفاظت اور اندرونی استحکام سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ویسے بھی ایک کمزور آدمی کی رواداری بے معنی ہوتی ہے۔ قومی وطنیت اور سیکولر جمہوریت میں اسلام ایک کمزور عنصر کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ ایسے ملک میں اسلام کے بطور ایک عالمی تحریک ابھرنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ اگر پاکستانی قوم اسلام کے عالمگیر مطمح نظر کو اپنا لے اور اس کو اپنے عالمی کردار کا شعور ہو جائے تو وہ اس مردنی اور مایوسی سے جو اس کی پچاس سال کی غفلتوں کی وجہ سے اس پر طاری ہے نکل کر ایک روشن اور پر عزم دور میں داخل ہو سکتی ہے۔

اسلام رنگ و نسل' زبان اور وطنیت کی نفی کر کے توحید کی بناء پر ایک روحانی الذہن قوم کی تشکیل کا خواہاں ہے۔ دراصل توحید ہی اس قوت کا منبع ہے جس سے اندر کا انسان کارگر و کارساز

بنتا ہے۔ یہی ہے دائمی حکمت' دین فطرت اور دین حنیف جس کے ازلی پیغام کو اسلام نے از سرنو تازہ و تابندہ کیا ہے۔ اسلام کا سیاسی نصب العین یہ ہے کہ دنیا کو توحید کی بناء پر وحدت آدم کا تصور دے کر ایک عالمگیر انسانی برادری قائم کی جائے تاکہ قوموں کے درمیان جنگ و جدل کے لامتناہی سلسلے کو ختم کر کے اس دنیا کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا جا سکے۔ اسلام کے تہذیبی لاشعور میں رواداری' وسعت قلبی' عالی حوصلگی جیسی اقدار کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ مگر ہمارے روایتی علماء نے اسلام کے عالمگیر پیغام کو "یاایھاالناس" کی سطح پر آنے سے روک کر "یاایھاالمومنون" تک محدود کر دیا ہے کیونکہ ان کے تصورات دین کے مطابق یہ دنیا دارالحرب اور دارالاسلام میں بٹی ہوئی ہے۔ دینی جماعتیں جب سیاسی جماعتیں بن جاتی ہیں تو اپنی اپنی اجارہ داری اور اپنے اپنے مفادات کو عزیز رکھتی ہیں۔ ہمیں ان مفادات سے بالاتر ہو کر فکری وحدت کی طرف گامزن ہونا پڑے گا۔ بہرحال اسلام میں رواداری رویہ ہے' اصول نہیں۔ اصول الدین وجود باری تعالیٰ' رسالت اور حیات بعد الموت ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان اور کفر دونوں کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس لئے کافر اور مشرک تو انسانی معاشروں میں ہمہ وقت موجود رہیں گے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ حق پر ہیں۔ ملت کے اندر ان کا وجود برداشت کرنا حکمت ہے۔ اللہ کا منشاء یہ ہے کہ ان کو غلبہ بالقوہ سے ختم نہ کیا جائے بلکہ ان کے دل کو موہ کر توحید پر قائم کر دیا جائے۔ روحانی جمہوریت میں اسلام اخلاقی غلبہ کا ہی خواہاں ہو سکتا ہے' نہ کہ مادی غلبے کا۔

(بشکریہ نوائے وقت)

(مرسلہ! شیخ شوکت علی)

عبداللہ بیٹرزبی (انگلستان)

(Major AbdulllahBattersbey)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

کم و بیش تیس برس کا ذکر ہے میں برما میں مقیم تھا۔ کشتی میں سوار ہو کر ندیوں اور دریاؤں میں گشت کرنا میرا سرکاری معمول تھا۔ کشتی کا ملاح چٹا گانگ کا ایک مسلمان شیخ علی تھا' شیخ علی زبردست قسم کا ملاح اور باعمل مسلمان تھا نماز کا وقت آتا تو وہ سارے کام چھوڑ کر نہایت وقار اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتا نیکی اور فرض شناسی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی ان خوبیوں نے میرے دل میں اس کے لئے عزت اور عقیدت کے جذبات پیدا کر دیئے تھے' ساتھ ہی مجھ میں یہ احساس بیدار ہونے لگا تھا کہ اس مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں جس نے ایک عام آدمی کو اعلیٰ انسانی و اخلاقی اقدار کا پیکر بنا دیا ہے۔

میرے اردگرد بدھ مذہب کے پیروکاروں کی اکثریت تھی۔ میں دیکھتا تھا کہ یہ لوگ بھی نیکی و پرہیز گاری کی بڑی نمائش کرتے ہیں اور کہا جاتا تھا کہ سخاوت اور دریا دلی کے اعتبار سے دنیا بھر میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی مگر ان کو عبادت کرتے ہوئے دیکھتا تو رہ رہ کر کسی کمی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ پگوڈوں (عبادتگاہوں) میں بھی جاتے تھے مگر صاف نظر آتا تھا کہ ان کے طرز عبادت میں غیر فطری قسم کا عجز و انکسار غالب ہے اور قوت یا وقار کا کہیں شائبہ نہیں جب کہ اس کے مقابلے میں شیخ علی کی عبادت میں وقار بھی تھا' حسن بھی اور عجز و انکساری بھی۔ اس تقابلی مطالعے نے اسلام کے لئے میری دلچسپی میں بہت اضافہ کر دیا۔ لیکن جب کبھی میں شیخ علی سے کچھ جاننے کی کوشش کرتا مجھے بڑی مایوسی ہوتی وہ بیچارہ اپنے مذہب کی ان خوبیوں کو بیان کرنے پر قادر نہ تھا۔ حالانکہ انہی خوبیوں نے اس کی شخصیت کو میرے نزدیک بے حد محترم بنا دیا تھا' تاہم میں شیخ علی کے پیکر میں اسلام کو مجسم صورت میں دیکھتا رہتا تھا۔

اپنی دلچسپی اور تجسس کی تسکین کے لئے میں نے اسلام اور تاریخ اسلام کے بارے میں کچھ

کتابیں خرید لیں۔ میں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی اور کارناموں کا مطالعہ بھی کیا۔ مزید وضاحت کے لئے میں نے اپنے مسلمان دوستوں سے بھی گفتگو کی۔ تلاش حق کا یہ مرحلہ طے نہیں ہوا تھا کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور میں فوج میں شامل ہو کر عراق کے محاذ پر چلا گیا۔

اب میں ایک ایسے علاقے میں تھا جسے عرب مسلمانوں کا قلب کہنا چاہئے یہ لوگ قرآن کی زبان عربی میں باتیں کرتے تھے اور محمد ﷺ انہیں کے درمیان مبعوث ہوئے تھے۔ اسلام کو سمجھنا اب میرے لئے کہیں زیادہ آسان تھا میں نے عربی زبان سیکھ لی اور مسلمان اور قرآن سے براہ راست تعلق قائم کر لیا۔ اسلامی طریق عبادت کے تواتر اور تسلسل نے مجھے خصوصی طور پر متاثر کیا۔ یہ جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ اسلام خدا کی وحدانیت کا قائل ہے۔ جب کہ عیسائیت کے نظریہ تثلیث سے مجھے خود بھی الجھن ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی دنیا کا سچا مذہب ہے اور لا الہ الا اللہ میں فطری اپیل ہے۔ میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ گرجے میں جانا چھوڑ دیا اور جب کبھی پولیس افسر کی حیثیت سے میری ڈیوٹی لگتی میں مسجد میں بھی چلا جاتا۔

1935ء سے 1942ء تک مجھے فلسطین میں رہنا پڑا۔ یہیں میں نے قبول اسلام کا مصمم ارادہ کر لیا اور ایک روز بیت المقدس کے محکمۃ الشرعیہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ میں اس وقت جنرل سٹاف آفیسر تھا۔ چنانچہ میرے اعلان پر خاصے ناخوشگوار رد عمل کا اظہار کیا گیا مگر میں نے کسی کی پروا نہ کی۔ الحمد للہ تعالیٰ آج میں مسلمان ہوں اور کروڑوں افراد کی ایک متحد برادری کا فرد۔ میں خدا کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے کفر کے اندھیروں سے نکال کر توحید اور ایمان کے اجالوں میں لا کھڑا کیا ہے اس لئے میں اس بوڑھے ملاح "شیخ علی" کا دل کی انتہائی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جس کے عمل اور شخصیت نے اسلام کی روشنیوں کی طرف میری رہنمائی کی۔ میں ہر نماز کے وقت اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا کرے اور اس کے درجات بلند فرمائے۔

زندگیوں کی حیرت انگیز مماثلت

(خورشید احمد توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر نوع کی مخلوق پیدا کی ہے۔ ان میں سے انسان کو فضیلت بخشی ہے۔ اربوں انسان زندہ ہیں وراس سے کئی گنا اس جہان سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ان انسانوں میں کئی ایک کی آپس میں مشابہت ہے۔ کئی ایک کے حالات زندگی ملتے جلتے ہیں۔ بعض قدو قامت' عادات و اطوار سے کسی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ ایسی ہی دلچسپ اور عجیب کہانی ہم دو بھائیوں کی ہے جو پچپن سال تک محیط ہے۔

1932ء میں میرے بڑے بھائی پیدا ہوئے دیہاتی ماحول تھا۔ پڑھنے لکھنے کا رواج کم تھا جب ان کی عمر 7 سال ہوئی تو سکول داخل نہ ہونے پر 5 روپے جرمانہ ہوا۔ جو ادا کرنے کے بعد ان کو سکول داخل ہونا پڑا۔ ان کے دیکھتے ہوئے میں بھی ان کے ساتھ سکول جانے لگا حالانکہ وہ مجھ سے عمر میں 3 سال بڑے تھے بس یہاں سے پڑھائی کا سلسلہ چلا اور مجھے میٹرک تک نئی کتابوں پر پڑھنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ یعنی ان کی اگلی کلاس میں ترقی پر مجھے ان کی پرانی کتابیں لینی پڑتی تھیں۔ پرائمری سکول سے ہائی سکول تک یہ دوڑ لگی رہی۔ 1950ء میں انہوں نے میٹرک پاس کیا اور ائر فورس میں اپرنٹس بھرتی ہوئے۔ میں بھی 1951ء میں میٹرک پاس کر کے ایئر فورس میں بطور اپرنٹس بھرتی ہو گیا۔ ان کو جو جو ٹریڈ ملا میں نے بھی وہی ٹریڈ لیا حالانکہ مجھے دوسرا ٹریڈ مل رہا تھا کیونکہ میرے نمبر اچھے تھے اس وقت ایک برٹش کمپنی A-S-T کو ٹریننگ دینے کے لئے بلایا گیا تھا ان کا کنٹریکٹ 1956ء تک تھا یعنی جمہوریہ پاکستان بننے تک۔ میں نے ڈائریکٹر ٹریننگ سے درخواست کی کہ چونکہ میرا بھائی اس ٹریڈ میں ہے اس لئے مجھے بھی وہی ٹریڈ دیا جائے تاکہ ہم ایک ساتھ پڑھ سکیں۔ وہ مان گئے اس طرح ہم دونوں ایک ہی ٹریننگ میں آ گئے۔ 1959ء میں ٹریننگ ختم ہونے پر وہ ڈرگ روڈ (موجودہ فیصل بیس) پوسٹ ہو گئے۔ 1955ء میں ٹریننگ ختم کر کے میں راولپنڈی یا لاہور جانا چاہتا تھا مگر میری پوسٹنگ بھی ڈرگ روڈ ہو گئی۔ 1954ء میں انہوں نے خالہ کی لڑکی سے شادی کر لی۔ 1957ء میں اسی خالہ کی چھوٹی بیٹی سے میری شادی ہو گئی یعنی ہماری بیویاں آپس میں بہنیں تھی۔ اس زمانے میں ایئر فورس میں ایک LAC ٹیسٹ ہوتا تھا جس میں پوری ایئر فورس میں ہر تین ماہ بعد

چند آدمی پاس ہوتے تھے۔ تین قسم کے Tests ہوتے تھے تحریری' زبانی اور عملی اور ان تینوں امتحانات میں 80% نمبر لینے ہوتے تھے۔ ایک بار فیل ہونے کے بعد میں نے وہ Test پاس کر لیا۔ کچھ ماہ بعد وہ بھی پاس ہو گئے۔ 58ء میں میری پوسٹنگ پشاور 15 سکوارڈن میں ہو گئی۔ ایک ماہ بعد بھائی کی پوسٹنگ بھی اسی سکوارڈن میں ہو گئی حالانکہ وہاں اس وقت 4 سکاڈرن اور باقی کئی تنصیبات تھی۔ ہم پھر ڈرگ روڈ کی طرح ایک بیرک میں ساتھ ساتھ چارپائیوں پر پڑوسی ہو گئے۔ 10 اپریل 1959ء عید بقریر ہم دونوں ڈیوٹی پر تھے۔ جب بھارت کا کنیرا جہاز جو جاسوسی کر رہا تھا ہمارے پائلٹ یونس صاحب نے روات کے قریب گرایا تھا۔ یہ دن پاک فضائیہ کے لئے بڑی خوشی کا تھا۔ اب ذرا بچوں کے بارے میں سنئے کہ ہمارے بچے بھی ہم عمر اور تعداد میں برابر تھے۔ بھائی جان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ میری 4 لڑکیاں اور دو لڑکے تھے۔ وہ ترقی پا کر کارئل بنے اور میں بھی۔ جب وہ سارجنٹ بنے تو میں بھی بن گیا۔ ان کا امریکہ کا کورس آیا تو میرا بھی آگیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ سرگودھا پوسٹ ہو گئے اور میں ماڑی پور کراچی میں۔ جس دن میری پوسٹنگ سرگودھا ہوئی وہ پوسٹ ہو کر رسالپور چلے گئے۔ وہاں سے انہوں نے نوکری چھوڑی اور ایران ایئر فورس میں چلے گئے۔ میرا Contract ختم ہو گیا تو میں نے بھی سرگودھا سے نوکری چھوڑ دی اور کچھ عرصہ یعنی تقریباً" دو سال PIA میں گیا وہاں سے میں بھی ایران ایئر فورس میں چلا گیا۔ ہم آپس میں کافی دور تھے مگر بچوں کی وجہ سے آنا جانا لگا رہتا تھا۔ انقلاب ایران کی وجہ سے وہ 1979ء میں واپس آگئے مگر میں انقلاب کے دو سال بعد تک وہاں ملازمت کرتا رہا انقلاب ایران بہت قریب سے دیکھا بلکہ بعض مواقع پر حصہ بھی لینا پڑا جو کہ ایک الگ داستان ہے۔

1981ء میں ایران سے واپسی پر ہم نے دوکان بنالی۔ دو سال دوکان چلانے کے بعد میں کویت ائیر فورس میں چلا گیا۔ ایک سال بعد بھائی بھی کویت آگئے۔ پھر ہم دونوں ایک کمرے میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ہم دونوں Helicoptcrs پر کام کرتے تھے۔ صدام حسین کے کویت پر قبضہ کرنے پر ہم دونوں واپس آگئے۔

جب ہم کویت میں تھے تو میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ ٹھیک ایک ماہ بعد میری بھابی بھی اس جہاں سے رخصت ہو گئی میری بڑی لڑکی اور بھائی کی بڑی لڑکی شادی شدہ تھیں۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کا خیال رکھا۔

ان کا بڑا لڑکا اور میرا بڑا لڑکا میٹرک تک پڑھ سکے۔ ان کا چھوٹا لڑکا اور میرا چھوٹا لڑکا BSC تک پڑھے۔ دونوں مختلف کالجوں یعنی ان کا لڑکا اسلام آباد میں اور میرا لڑکا راولپنڈی میں پڑھتا تھا دونوں کے مضامین ایک جیسے تھے اتفاق سے دونوں کے نمبر برابر آئے۔ ان کا بڑا لڑکا اور میرا بڑا لڑکا جاپان چلے گئے۔ وہاں سے دونوں برازیل گئے۔ ان کے لڑکے کا جو میرا داماد بھی تھا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور میری بیٹی بیوہ ہو گئی۔ میرا لڑکا برازیل میں ہی لاپتہ ہے اور ہمیں تلاش کے باوجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اب بھائی صاحب کا ایک لڑکا اور میرا لڑکا U.S.A. میں (نیویارک) میں ہیں اس طرح لڑکیوں کی بھی تقریباً ایک جیسی کہانی ہے۔ اس کے علاوہ بیشمار قصے اور اتفاقات ایک جیسے ہیں۔ 1986ء میں ہم دونوں بھائیوں نے ملکر حج کی سعادت حاصل کی۔ میں تو ایک ساتھ سفر کو بھی Discourage کرتا تھا شاید ہماری موت بھی ایک جیسی ہو۔ لیکن کویت سے واپسی پر میرے بھائی نے والدہ صاحبہ کے اصرار پر دوسری شادی کرلی اور دو مزید بچیوں کے باپ بن گئے اس طرح ہماری لڑکیوں کی تعداد برابر ہو گئی میں نے والدہ صاحبہ سے وعدہ کیا کہ اپنی لڑکیوں کی شادی کے بعد حالات اچھے ہوئے تو شادی کرلونگا اگرچہ اب والدہ صاحبہ کی وفات ہو گئی ہم دونوں بھائی آج تک آپس میں کبھی تلخ کلامی تک کے بھی مرتکب نہیں ہوئے۔

اس طرح دوسری شادی کے علاوہ ہم دونوں بھائیوں کی زندگی میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ بھائی جان تو کہتے ہیں کہ تمہیں دوسری شادی بھی کرنی ہی پڑے گی۔ اب دیکھئے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے وہی ہو گا۔ گذشتہ دنوں ہمارے مرشد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب جب راولپنڈی تشریف لائے تو انہیں میں نے یہ قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں تحریر کر کے بھیجو ہم اسے مجلّہ فلاح آدمیت میں چھپوائیں گے۔ اس طرح آپ کے حکم کی تعمیل کے باعث ہم دو بھائیوں کی زندگی کے حالات قارئین کرام کی دلچسپی کا باعث بن گئے۔

بسم اللہ کی برکات

(سید مقصود حسین شاہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ رب العالمین کی آخری کتاب قرآن کریم کا جوہر ہے۔
جب کسی کے دل میں اتر جاتی ہے' گھر کر لیتی ہے۔
پھر اس میں کسی اور شے کی نہ گنجائش رہتی ہے' نہ ضرورت
جو رفعت' راحت' برکت اور عظمت اسے عطا ہے' کسی دوسرے عمل کو نہیں۔

اسی میں جلال ہے' اسی میں جمال۔

اس میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی۔

عزت بھی ہے' جبروت بھی۔

بسم اللہ کی "ب" کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے ابلا کرتے ہیں اور اللہ کی ہر مخلوق' خاکی ہو یا آبی' نوری ہو یا ناری' فیض یاب ہوتی ہے۔

جب یہ نازل ہوئی شیطان نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور اس پہ پتھر برسائے گئے۔ اللہ رب العزت نے اپنی عزت اور جلالت کی قسم کھائی کہ۔

جس کام میں بھی میرا یہ برکت والا نام لیا جائے گا' برکت ہو گی۔
جس بیمار پہ پڑھا جائے گا شفا ہو گی۔
جو اسے پڑھے گا' جنت نصیب ہو گی۔

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

ہم سے پہلے کسی بھی امت پہ یہ پوری اور ہمیشہ کے لئے نازل نہ ہوئی۔ یہ شرف اس امت ہی کو حاصل ہے۔

جب تو نے ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا تو گویا اقرار کیا کہ تو اس کام اور کلام کو شروع کرتا ہے اپنے اس رب کے نام سے جس نے کہ تجھے اور کائنات کی ہر شے کو پیدا کیا اور وہ رحمن و رحیم ہے۔ پس بے شک تیرا رب تجھ پہ خوش ہوا' اس لیے کہ تو نے یاد کیا اپنے رب کو' اس کی بہترین صفت ہے کہ وہ رحمن و رحیم ہے۔

پس کھول دیئے تیرے رب نے وہ دروازے جو بند تھے اور ڈال دی اس کام اور کلام میں' جسے کہ تو کرنے لگا ہے' ہر قسم کی برکت اور دور فرمادی ہر برائی جو کہ اس کام اور اس کلام میں تھی۔

چونکہ کائنات کی ہر خیر و شر کا واحد رب اللہ ہے' پس کیوں کر کوئی شے حائل ہو تیری راہ میں جب کہ شروع کیا تو نے وہ کام' یا کوئی کلام ساتھ نام رب سب کے۔

بے شک اسم اعظم ہے یہ اسم اور جوہر ہے سارے قرآن کریم کا۔

ہر صفت اللہ ہی کی صفت ہے۔ رحمٰن و رحیم ہر صفت سے بہتر صفت ہے۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہیں۔ وہ اللہ جو رب ہے ہر شے کا' رحمٰن و رحیم ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی مفتاح سورۃ الفاتحہ سے کی اور قرآن کی مفتاح کی مفتاح بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بنایا۔

چونکہ تو ان باتوں کو بلا سوچے سمجھے یونہی پڑھے چلا جارہا ہے اس لئے تو اس کی عظمت سے بے خبر ہے اگر اس راز میں ذرا سا بھی غور کرے تو تجھ پہ اس کی اہمیت منکشف ہو۔ اور پھر اگر تو اس ایک ہی اسم پر اکتفا کرے' یہی تیرے لئے کافی ہو جائے اور دنیا و آخرت میں تجھے کسی اور جستجو کی حاجت ہی نہ رہے۔

اگرچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہر اسم اسم اعظم ہے. لیکن جو رتبہ اسے حاصل ہے' کسی دوسرے کو نہیں۔

کائنات گوناگوں ہے۔ اس میں کافر بھی ہیں' مومن بھی اور ایسے بھی ہیں جو اپنے رب کو رب ہی تسلیم نہیں کرتے' لیکن وہ رحمن و رحیم پھر بھی ان سب کو اپنی مخلوق جان کر کسی پہ بھی ظلم و تشدد نہیں کرتا۔ نہ ہی کسی سے اپنی کوئی نعمت روکتا ہے۔

اگر وہ رحمن و رحیم نہ ہوتا تو رب کیسے کہلاتا۔

تیرا یہ اقرار کہ تیرا جینا' تیرا مرنا' تیری وفا' تیری خطا اللہ ہی کے نام سے ہے، جو تیرا رب ہے اور رحمٰن و رحیم ہے۔ کافی ہے۔

یہ اسم اعظم نور ہے اور اپنے قاری کو منور کر دیتا ہے۔

اس کا قاری بے شک پاک ہوا ہر گناہ سے اور بے شک واجب کی اس کے لئے جنت اس کے رب نے' جو رحمن و رحیم ہے۔

جب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قبر (کی منزل) میں داخل ہوں گا اور میرے گناہوں کی بدولت قبر کے فرشتے مجھ کو عذاب دینا چاہیں گے تو میرے پاس کوئی ڈھال نہیں ہوگی مگر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اے میرے رب میں تجھے رحمن و رحیم تسلیم کر کے یہاں آیا ہوں اور گمانوں کا ایک لشکر اپنے ساتھ لایا ہوں۔ الحمد للحی القیوم

اے میرے رب! بے شک میں گنہگار و بدکار ہوں لیکن میں تجھے رحمن و رحیم مان کر آیا ہوں۔ الحمد للحی القیوم

میں تیری رحمت کا سہارا لے کر تیری پناہ میں آیا ہوں۔

اللہ کی قسم! میرا رب رحمن و رحیم ہے۔ مجھ کو معاف فرمانا اس کے لئے کوئی بات نہیں۔ (اسی معافی کے لئے ہم سب عبادت کرتے ہیں اور اسی معافی کے لئے یہ ساری جدوجہد ہے)

گویا بسم اللہ الرحمن الرحیم ساری عبادت کا جوہر ہے۔

جس مریض پہ یہ اسم اعظم پڑھا' شفا ہوئی اسے الحمد للحی القیوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم شفا ہے ہر مرض کی۔ جس مریض پہ بھی یہ اسم اعظم پڑھا جاوے ماشاء اللہ شفا ہو۔ الحمد للحی القیوم

جب تو نے اپنے رب کو یاد کیا۔ "اے میرے رب تو رحمن و رحیم ہے' شفا دے اپنے اس بندے کو پس فوراً" شفا ہوئی (ہر مرض سے) اس سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں۔ الحمد للحی القیوم

یہ اسم اعظم حصار ہے ہر شیطان سے اور شرمندہ کرنے والا ہے ہر بلا کو' جو نازل ہوئی اور جو ابھی (آسمان میں ہے' اور) نہیں نازل ہوئی اور بے بس کرتا ہے ہر دشمن کو اور ٹھنڈا کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کو۔ لاریب فیہ الحمد للحی القیوم

بند ہوتے ہیں اس سے دوزخ کے دروازے اور کھلتے ہیں جنت کے بند دروازے۔ الحمد للحی القیوم

پشت پناہ ہے یہ اسم اعظم ہر طالب صادق کا اور نور ہے یہ ایسا کہ نہیں بجھا سکتی کوئی شے اس نور کو ہرگز اور منور ہو جاتے ہیں نفس و قلب اس سے' اور بلند کرتا ہے یہ نور روح کو اتنا کہ معراج ہو اس

کو۔ ماشاءاللہ الحمد للحی القیوم

بے نیاز کرتا ہے یہ اپنے قاری کو ہر شے سے اور دفع کرتا ہے ہر قسم کی تنگی اور کھینچ لاتا ہے برکت، کبھی محتاج ہونے نہیں دیتا یہ اپنے قاری کو کسی کا اور نہ ہی کبھی گھرنے دیتا ہے ہم و غم میں۔

عزت دی گئی اس کے قاری کو ہر عزت اور دور کی گئی اس سے ذلت

نہیں کوئی بدل اس کا اور بے شک یہ نعم البدل ہے سب کا اور نعم البدل ہے کل کا۔

اس کی قرات ہر قرات کی کفایت اور کوئی قرات اس کی کفایت نہیں۔

گویا جس کا کوئی قائم مقام نہ ہو سکے، یہ وہ اسم اعظم ہے۔

یہ تسخیر ہے کل کی، نوری ہو یا ناری، خاکی ہو یا آبی، مسخر کرتی ہے ہر شے (موجود) کو اپنے قاری کے لئے۔

ایسا منتر ہے یہ کہ جب بھی پڑھا جاوے اور جس پہ بھی پڑھا جاوے، دور ہو وحشت اس کی اور زائل ہووے خفگی، بے شک مطیع و فرمان بردار ہو وہ فورا"

تندرستی پکڑیں بیمار قلوب اور بیمار روحیں ذکر اس کے سے۔ معاف کر دی جائیں تمام رنجشیں۔

آزاد ہوں غلام اور خلاص ہوں جسم، اور ملے ہر مانگنے والے کو ہر مراد برکت اس کی سے اور وسیلے اس کے سے۔

بے شک تدبیر کرتا ہے، شیطان بیچ تیرے قلب کے کہ نہ پڑھے تو یہ اسم اعظم اور پیش کرتا ہے طرح طرح کی اور باتیں کہ تو لگ جاوے خیال ان کے میں اور نہ رشتہ جوڑے اس اسم اعظم سے۔ اس لئے کہ جس نے بھی جب جوڑا رشتہ اس سے گویا توڑا رشتہ اس سے۔

نہیں چلتی کوئی تدبیر شیطان کی، نہ ہی اس کے کسی لشکری کی، آگے اس ہتھیار کے۔

بے شک یہ قلعہ ہے مضبوط اور کبھی داخل نہیں ہو سکتا اس میں کوئی شیطان اور نہ ہی کر سکتا ہے شگاف بیچ فصیل اس کی کے۔

شیطان کامیاب رہا بہکانے میں ہر طالب کے۔ پر کبھی کامیاب نہ ہوا اس پر جس نے کہ بنایا اسے اپنا وظیفہ، اس لیے کہ برسائے جاتے ہیں پتھر اوپر شیطان کے اور نہیں زور چلتا اس کا اس پر۔

یہ پردہ ہے بیچ طالب اور شیطان کے۔

اور یہ دیوار ہے درمیان دونوں کے، مضبوط دیوار۔

یہ راہ ہے پہنچانے والی اللہ تک' سیدھی راہ۔
یہ کنجی ہے ہر مشکل کی۔ اور راحت ہے واسطے ہر طالب کے' راحت ابدی۔
یہ تعریف ہے رب کی' تعریف بڑی۔

یقین

اگر تو کھالے زہر پڑھ کر یہ اسم اعظم' تو ہرگز ہلاک نہ کرے تجھے وہ زہر۔

پھر اس نے کہا کہ۔

میرا اپنا یقین اتنا بلند تھا کہ اگر میں اس اسم اعظم کو پڑھ کر پانی پہ چلنا چاہتا تو پانی کی سطح سڑک کی مانند ہو جاتی لیکن تیری ہم نشینی نے میرے اس یقین کی بنیادیں ہلا دیں۔

اے ہم نشین! جب تک تو دور نہیں ہوتا' میرا یقین پھر سے محکم نہیں ہوتا۔

جس نے دوست رکھا اسے' دوست رکھا اللہ نے اس کو۔

تو اسے اپنا دوست بنا۔

جب کہ تو نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے اپنا دوست بنایا ہے' کبھی مت آزما' کسی بات میں بھی مت آزما اور نہ ہی کبھی کوئی فرمائش کر۔

تو اپنا اور اپنے ہر سائل کا ہر معاملہ اللہ کے سپرد کر اور کسی معاملے میں اپنا ہو یا پرایا کوئی دلچسپی نہ لے۔

دوست کی آزمائش دوستی کی ضد ہے۔ دوست کو کسی معاملہ میں مت آزما۔ دوست کبھی دوست کو نہیں آزماتا۔ دوست دوست کی خاطر جان دے دیتا ہے' دوستی پہ دھبہ نہیں آنے دیتا۔

دوست کے حکم سے دوزخ میں جانا' جنت سے کم نہیں' دوزخ اور جنت دونوں دوست ہی کی ملک ہیں۔

پاک کرتا ہے یہ اسم اعظم اپنے قاری کو بغیر وضو کے اور نہیں پاک ہوتا وضو کرنے والا بغیر اس کے۔

یارب! میں دوست رکھتا ہوں تجھ کو اور تیرے اس اسم اعظم کو خالص بے لوث دوست۔ محض اس لئے کہ تو میرا رب ہے رحمٰن و رحیم اور یہ ہے تیرا اسم اعظم۔ پس قبول فرما میری اس محبت کو' اگرچہ نہیں ہے یہ تیرے لائق' اور ناقص ہے ہر پہلو سے پھر بھی تو اسے جیسی بھی یہ ہے' قبول ہی فرمالے یارب! آمین ثم آمین

زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالےٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے ؟
- جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں ؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے ؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے ؟
- نکبت وادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں ؟

دنیائے اسلام کیلئے وقت کے اس اہم ترین سوال کا تفصیلی جواب معلوم کرنے کیلئے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

کی مندرجہ ذیل تصانیف ضرور پڑھیں

تعمیر ملت (اردو، انگلش)	**چراغ راہ**	**حقیقت وحدت الوجود**
مجلد 260 صفحات قیمت -/100 روپے	پلاسٹک کور 300 صفحات قیمت -/100 روپے	پلاسٹک کور قیمت -/25 روپے

ملنے کا پتہ
- ادارہ اسلامیات 190 نئی انار کلی لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- دیوا اکیڈمی پلاٹ نمبر 9 'S.T بلاک نمبر 3 گلشن اقبال کراچی

براہ راست ہم سے بذریعہ وی پی پی منگوائیں تو ڈاک خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔

- مرکز تعمیر ملت سلسلہ عالیہ توحیدیہ پوسٹ بکس نمبر 600 گوجرانوالہ

FALAH-E-ADMIAT

Registerd

CPL No. 491

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاری" سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔
☆ یوگا، ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکہ ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟